ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء

## اللہ تعالیٰ کے لیے دوستی دشمنی

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ ذَرٍّ یَا اَبَا ذَرٍّ اَیُّ عُرَی الْاِیْمَانِ اَوْثَقُ قَالَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اَلْمُوَالَاۃُ فِی اللّٰہِ وَالْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے فرمایا۔ ایمان کی کون سی کڑی زیادہ مضبوط ہے۔ ابوذرؓ نے جواب دیا۔ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خوب جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کے لیے باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا، اللہ ہی کی خاطر دوستی کرنا اور اللہ ہی کی خاطر دشمنی کرنا۔ (مشکوٰۃ شریف - کتاب الآداب)

عُرٰی، عُرْوَۃ کی جمع ہے۔ عروہ اس کڑی یا کنڈے کو کہتے ہیں جسے پکڑ کر انسان آسانی کے ساتھ کسی بڑی چیز سے لٹک جائے۔

اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ ایمان کی بہت سی کڑیاں اور کنڈے ہیں۔ ان میں سے کسی کو آدمی ہاتھ سے پکڑ لے تو وہ گویا ایمان کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔ خدانخواستہ اب وہ ایمان سے جبھی جدا ہو گا جب یہ کڑی ہاتھ سے چھوٹ جائے گی یا ٹوٹ کر گر جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات کسی کو بتانا چاہتے تو پہلے اس سے پوچھتے کہ کیا وہ اس کی بابت کچھ جانتا ہے۔ اس سے یہ مقصود ہوتا تھا کہ اس کی توجہ پوری طرح اس بات کی طرف ہو جائے اور جب اسے وہ بتائی جائے تو اس کے ذہن میں خوب بیٹھ جائے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جان نثار صحابی تھے۔ وہ ان چند صحابہؓ میں سے ہیں جو اسلام کے اولین دور میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ ایمان کی کون سی کڑی زیادہ مضبوط ہے جس کو پکڑ کر انسان پورے بھروسے اور وثوق کے ساتھ اس سے وابستہ رہ سکتا ہے۔ وہ جواب سننے کے لیے ہمہ تن تیار ہو گئے۔ اور عرض کیا۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو خوب علم ہے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایمان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لیے سب سے مضبوط کڑی جسے پکڑنا چاہیے یہ ہے کہ انسان اللہ کے لیے ایک دوسرے کی مدد کرے، اللہ ہی کے لیے دوستی کرے اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کرے۔ یعنی آدمیوں کے باہمی تعلقات کی بنیاد کسی ذاتی غرض اور نفع و نقصان وغیرہ پر نہ ہونی چاہیے۔ جو بھی تعلق ہو وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہو۔ باہم مدد ہو تو اللہ کے لیے، دوستی ہو تو اللہ کے لیے اور نفرت ہو تو اللہ کے لیے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پکا ایماندار وہ ہے جو دوسروں سے محض اللہ کے لیے تعلق رکھتا ہو کوئی ذاتی غرض اس میں نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۸ر شوال ۱۴۰۲ھ
۳۰ر جولائی ۱۹۸۲ء

جلد ۲۸
شمارہ ۵

فون نمبر ۴۴۹۸۴

مندرجات

اداریہ
خطبہ جمعہ
حضرت امام اعظمؒ
نوجوانوں سے خطاب
حضرت عثمان غنیؓ
مولانا عبدالرحیم اشعر سے ایک ملاقات
اہل اللہ حرص سے دور رہتے ہیں
وغیرہ

رئیس الادارہ
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری

مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

# کامیابی کی شرط

افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو زبان سے کہتے ہیں اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ لیکن غیر اللہ سے بھی استمداد کرتے ہیں۔ بظاہر مسلمان ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں لیکن غیر اللہ کو بھی پکارتے ہیں۔ ایمان صرف اقرار باللسان سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے عمل صالح شرط ہے۔ اور جب تک یہ شرط مسلمانوں میں پائی جاتی تھی وہ دنیا میں سربلند تھے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

ترقی کی راہ آج بھی کھلی ہوئی ہے۔ مسلمانو! اگر تمہیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا دعوےٰ ہے۔ تو آپؐ کے ارشاد کو حرزِ جاں بنا لو یعنی عملی طور پر موحد بن جاؤ۔ کامیابی تمہارے قدم چومنے لگے گی اور پھر تم سربلند ہو جاؤ گے۔ علامہ اقبال نے اس نکتہ کو دو لفظوں میں یوں سمجھایا ہے ؎

عاشقی توحید را بر دل زدن
وانگہے خود را بہر مشکل زدن

خطبۂ جمعہ

# خلافتِ ارضی کی شرائط

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ (سورہ نور)

اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لاتے اور نیک عمل کیے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا، جیسا کہ پہلوں کو کی تھی اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کر دے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے وہی فاسق ہوں گے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور ایسی سچی کتاب ہے جس کی کسی آیت کسی جملے اور فقرے میں شک وشبہ کی کہیں گنجائش نہیں، چنانچہ شروع ہی میں یہ بات فرما دی گئی کہ ذالک الکتب لاریب فیہ (اس کتاب میں کچھ شک نہیں) اور اگر کوئی اس صاف اور واضح اعلان کے بعد بھی خواہ مخواہ باتیں بناتے جائے اور قرآن کریم کے متعلق ادھر ادھر کی بات کرے تو ایسے بدطینت اور ہٹ دھرم لوگ اس قرآن کی ایک سورۃ جیسی کوئی چھوٹی سی سورت بنا کر دکھائیں اگر خود قرآن کے مقابلہ کی سکت نہ رکھتے ہوں تو خدا کے سوا جنہیں وہ معبود و الٰہ اور مشکل کشا مانتے ہیں اس مشکل میں انہیں بھی ساتھ ملا لیں۔ قرآن کہتا ہے کہ پھر بھی اگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوں اور ہمارا چیلنج ہے کہ وہ کبھی ایسا نہ کر سکیں گے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ

سورہ نور کی یہ آیت جو شروع میں پڑھی گئی ہے مستشرقین اور ملحدین ایسی آیات مقدسہ کو موضوع بحث بنا کر اہل اسلام میں شکوک وشبہات کا زہر پھیلانے اور نئی پود کو دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔

افسوس کی بات اس وقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو پڑھنا اور سمجھنا چھوڑ دیا ہے وہ علماء ربانی جنھوں نے قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی سے ظلمت کدہ ہند کو منور کیا ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیے تھی الٹا برصغیر پاک وہند میں ایسی تحریکیں پروان چڑھیں جنھوں نے عوام الناس کو ان اہل حق سے متنفر کرنے اور عوام کی نظروں میں ان کا وقار ختم کرنے کی سازشیں کیں ان میں سے اکثر گروہ اور تحریکیں ایسی تھیں جنہیں انگریزی حکمرانوں کی پشت پناہی حاصل تھی اور ان کے لیے باقاعدہ سرکاری عملہ کام کیا کرتی تھی دورِ حاضر میں عام آدمی ایسے رہنماؤں کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں جو دنیوی مفاد کی خاطر سچی بات کہنے کی بجائے حکمرانوں کی ہر جائز وناجائز بات کو صحیح ثابت کرنیکے لیے دلائل تلاش کرتے رہتے ہیں اور امراؤ وزراء کی مدح سرائی اور سرکاری افسروں کے بنگلوں اور دفاتر کے طواف میں ہی ان کے شب وروز صرف ہوتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آزادی سے پہلے بھی ایسے لوگ موجود تھے جو دین کے علمبردار کہلاتے تھے لیکن چند ٹکوں کی خاطر انگریز جیسے حکمران کی حمایت کیا کرتے تھے یہ دنیا پرست علماء اپنے کردار واعمال کی اصلاح کر لیں یا علماء کی صفوں سے پیچھے ہٹ جائیں۔ تو خلقِ خدا کا بہت بھلا ہوگا۔ اور ان کا بھی اسی میں فائدہ ہے ورنہ ان میں اور خدا تعالیٰ کو نہ ماننے والے ایک دہریے میں کوئی فرق نہیں جو صرف دنیا کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ اے اہل ایمان اگر تم اپنے اعمال کو بالکل درست کر لو گے تو ہم تمہیں خلافت ارضی عطا فرمائیں گے یہ ہمارے اختیار میں ہے اور ہم پہلے سے ایسا کرتے آئے ہیں دنیا گواہ ہے کہ جب مسلمانوں اور حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا کلمہ پڑھنے والوں نے اپنے اعمال ٹھیک کر لیے اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال لیا۔ تو قیصر وکسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں آگئے دنیا میں کوئی نہ تھا جو ان کے سامنے ٹھہر سکے پہاڑوں اور سمندروں نے ان کے لیے راستہ چھوڑ دیا اور وہ ہر طرف بڑھتے ہی چلے گئے جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئے تھے تو چند ایک تھے جن کے پاس کوئی مال و اسلحہ نہ تھا لیکن صرف دس برس کے قلیل عرصہ میں حالات کیا سے کیا ہو گئے۔ دشمن کے خوف کی جگہ امن واطمینان نے لے لی اور اسلام کا پیغام حجاز مقدس سے افریقہ وایشیا اور یورپ کی سرحدوں کے اندر جا پہنچا۔ اور جب آفتاب نبوت دنیا کی نظروں سے روپوش ہو گیا تو اصحاب رسولؐ نے انہی کو اپنا پیشوا اور سربراہ بنایا جو ان میں سب سے زیادہ متقی تھے۔ کیونکہ ان کے سامنے بارگاہِ نبوت کا یہ اصول تھا کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (بے شک تم میں سب سے زیادہ متقی اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا ہے۔) اس لیے جو اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والے تھے انہی کو انھوں نے دینی اور دنیوی رہبری کی عزت بخشی۔ اور قرآن پاک کا بتلایا ہوا وعدۂ الٰہی حرف بحرف پورا ہو کر رہا اس آیت کی تفسیر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

”یہ خطاب فرمایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے لوگوں کو یعنی جو ان میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور رسولؐ کے کامل متبع ہیں، رسولؐ کے بعد ان کو زمین کی حکومت دے گا، اور دین اسلام جو خدا کو پسند ہے ان کے ہاتھوں سے دنیا میں قائم کرے گا، گویا جیسا کہ لفظ استخلاف میں اشارہ ہے۔ وہ لوگ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ ہوں گے بلکہ پیغمبر کے جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے اور دینِ حق کی بنیادیں جمائیں گے، خشکی اور تری میں اس کا سکہ بٹھا دیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا۔ وہ کامل امن واطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے۔ اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔ ان مقبول ومعزز بندوں کی ممتاز شان یہ ہوگی کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے۔ جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہوگی۔ شرک جلی کا تو وہاں ذکر کیا ہے شرک خفی کی ہوا بھی ان کو نہ پہنچے گی۔ صرف ایک خدا کے غلام ہوں گے۔ اسی سے ڈریں گے اسی سے امید رکھیں گے اسی پر بھروسہ کریں گے اسی کی رضا میں ان کا جینا اور مرنا ہوگا۔ کسی دوسری ہستی کا خوف وہراس ان کے پاس نہ بھٹکے گا۔ نہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پرواہ رکھیں گے۔ الحمد للہ یہ وعدہ الٰہی چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر پورا ہوا اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھا خلفاء اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہان اسلام وقتاً فوقتاً اس نمونے کے آتے رہے اور جب اللہ چاہے گا آئندہ بھی آئیں گے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ جن کے متعلق عجیب وغریب بشارات سنائی گئی ہیں وہ خدا کی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

بس یہ ہے خلافت ارضی اور اس کے ملنے کی شرائط کی تفصیل، خدا کے گھر کسی چیز کی کمی واقع نہیں ہوئی اگر پوری امت مسلمہ شرک وبدعت منکرات اور منہیات سے آج توبہ کر لے اور ان کے ارتکاب سے دستکش ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں ذلت و ادبار سے نجات دلا کر عظمت ووقار پھر سے عطا فرما دے اور دنیا بھر کی اقوام پر ہمارا دبدبہ اور رعب جما دے۔

# حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کی

## جودتِ طبع و ذکاوت کے چند واقعات

تحریر: فرخ حجازی بی۔ اے۔ لاہور

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نام نعمان بن ثابت اور کنیت ابو حنیفہ تھی۔ آپ عالمِ اسلام کی نہایت برگزیدہ شخصیت گزرے ہیں۔ فقہ اسلامی کے حنفی مسلک کے بانی نہایت ذہین، طبّاع اور ذکی تھے۔ مشہور بزرگ علامہ ذہبی نے ایک جگہ ان کے بارے میں کہا ہے۔ کَانَ مِنْ اَذْکِیَاءِ بَنِیْ آدَمَ۔ (اولاد آدم میں سے جو لوگ نہایت ذکی شمار کیے گئے ہیں آپ ان میں سے ایک تھے) مسئلہ زیرِ غور پر موقع و محل کی مناسبت سے نہایت پھرتی سے تمام پہلوؤں پر محیط، مناسب ترین حل نکالنا بس آپ پر ختم تھا۔

ویسے تو خدائے دو جہاں نے حضرت امام صاحبؒ کو گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ کہ جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ تاہم آپ طباعی اور تیزیٔ طبع میں بے نظیر تھے اور ان صفات میں آپ کی ابتدائی تربیت کو بہت سا دخل ہے۔ جو زمانہ کے رواج کے موافق علمِ کلام کے مباحثہ و مناظرانہ فن حاصل کرنے کے لیے ہوئی۔ اس فن کے بلند ترین مدارج طے کرنے کے بعد آپ نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ پھر بھی امام مالک کے یہ الفاظ آپ کے کمال کے اعتراف کے لیے کافی ہیں کہ "یہ ابو حنیفہ عراقی ہیں۔ اگر یہ اس سامنے کے ستون کو جو پتھر کا ہے سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں"۔

علمِ کلام میں تکمیل کے بعد آپ اس کے مباحث میں نہیں الجھے بلکہ علوم حدیث و فقہ کی طرف مائل ہوئے اور تمام عمر اسی کی نذر کر دی۔ اس کا باعث خود فرماتے ہیں کہ "گو شروع میں علمِ کلام کے مباحث کو سب فنون سے افضل اور عقیدہ و مذہب کی بنیاد سمجھتا تھا۔ لیکن بہ ادنیٰ تامّل یہ منکشف ہوا کہ جب صحابہ کبار ان بحثوں میں نہیں اُلجھے تو یہ مباحث دین کی بنیاد کیسے بن سکتے ہیں"۔ مزید برآں "علمِ کلام کے اپنے زمانے کے ماہر افراد کا ذاتی طرزِ عمل، اخلاقی پاکیزگی اور روحانی اوصاف بالعموم کسی اعلیٰ پایہ کے نہ پا کر اس سے برگشتہ ہو گیا"۔ تاہم اس کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ تکمیلِ فنون کے بعد آپ کے اندر اتنی زبردست علمی اور اسلامی سوجھ بوجھ پیدا ہو گئی کہ آپ نے تقریباً اپنے چالیس شاگردوں کو ایک مجلسِ علمی کی مدد سے اسلامی فقہ اور قانون ایسے شاندار طریقے سے مدوّن کیا کہ آج یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ اسلامی دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں۔ جہاں اس فقہ کے اثرات نہ پہنچے ہوں۔ یا جہاں کسی نہ کسی دور میں یہ عالی شان فقہ و قانون کسی نہ کسی حیثیت سے نافذ نہ رہا ہو۔

سطورِ ذیل میں حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذکاوت اور تیزیٔ طبع کے چند واقعات قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

**۱**۔ ایک مرتبہ کوفہ شہر کے ایک حمام میں دو افراد اکھٹے نہانے کے لیے آئے انہوں نے حمام کے مالک کے پاس کچھ رقم بطور امانت رکھوائی۔ اور اندر چلے گئے۔ ان میں سے ایک ذرا پہلے نہا کر نکلا۔ اس نے حمام کے مالک سے رقم طلب کی جو اس نے اسے دے دی۔ وہ لے کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا باہر نکلا اس نے بھی امانت طلب کی مالک نے عذر کیا کہ "میں نے تمہارے ساتھی کو اس کے طلب کرنے پر دے دی ہے"۔ دوسرے آدمی نے قاضی کی عدالت میں مرافعہ دائر کر دیا۔ قاضی نے



واقعات سننے کے بعد حمام کے مالک کو ملزم ٹھہرایا کہ جب دونوں نے اکھٹے مل کر تیرے پاس امانت رکھی تھی تو تمہیں چاہیے تھا کہ دونوں کے اکٹھا ہونے پر واپس کرتا۔ اکیلے کو کیوں دے دی۔ وہ بہت گھبرایا اور مشورہ کے لیے سیدھا حضرت امام صاحبؒ کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ "فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تم اس دوسرے شخص سے جا کر کہو کہ میں تمہاری امانت واپس کرنے کو تیار ہوں لیکن واقعہ کے مطابق چونکہ تم دونوں نے اکھٹے مجھے امانت رکھنے کو دی تھی۔ اس لیے دوسرے ساتھی کو لے کر میرے پاس آؤ تو میں تمہاری مشترکہ امانت تم دونوں کو لوٹا دوں گا"۔

**۲**۔ کوفہ میں ایک غالی شیعہ رہتا تھا جو نعوذ باللہ حضرت عثمانؓ کی بابت کہا کرتا تھا کہ "یہودی تھے"۔ اس کی ایک جوان بیٹی شادی کے لائق تھی۔ ایک دن حضرت امام صاحب اس کے پاس گئے اور کہا "تم اپنی بیٹی کا بَر ڈھونڈتے تھے ایک شخص جسے میں جانتا ہوں نہایت شریف پرہیزگار متقی حافظِ کلام اللہ اور قائم اللیل ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کا دولت مند بھی ہے۔ نیز رشتے کا متلاشی بھی ہے"۔ شیعہ نے کہا "پھر اس سے بڑھ کر کون ہو گا آپ بے کھٹکے نسبت ٹھہرا دیجئے"۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا — "صرف اتنی سی بات ہے کہ مذہباً یہودی ہے"۔ وہ نہایت برہم ہوا۔ اور کہا۔ "آفرین ہے آپ کی عقل پر! مجھے یہودی کو بیٹی دینے کی رائے دیتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا۔ "کیا ہوا خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے (تمہارے اعتقاد کے موافق نعوذ باللہ) ایک یہودی (حضرت عثمانؓ) کو داماد بنایا تو تم کو کیا عذر ہے"۔ خدا کی شان وہ یہ بات سن کر شیعیت سے تائب ہو گیا۔

**۳**۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور بتایا "میں نے کچھ روپے احتیاط سے ایک جگہ رکھے تھے۔ اب جگہ بھول گیا ہوں۔ روپوں کی سخت ضرورت ہے۔ مجھے کوئی تجویز بتائیے"۔ امام صاحب نے فرمایا۔ بھائی! یہ مسئلہ تو کہیں فقہ یا حدیث میں مذکور نہیں۔ میں کیا بتاؤں"۔ اس نے عاجزانہ التماس کی کہ اُس کی امداد کی جائے۔ امام صاحب نے اُسے مشورہ دیا کہ ساری رات نماز پڑھو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ ابھی تھوڑی سی نماز پڑھی تھی کہ اس کو یاد آ گیا کہ روپے کہاں رکھے تھے۔ دوڑا ہوا امام صاحب کے پاس گیا۔ اور عرض کی آپ کی تدبیر درست نکلی ہے۔ جگہ یاد آ گئی۔ فرمایا۔ "ہاں شیطان کب یہ چاہتا تھا کہ تم ساری رات جاگتے رہتے اور خدا کی عبادت میں لگے رہتے — تمہیں جلد یاد دلا دیا۔ البتہ تمہارا فرض ہے کہ اب بقایا رات بھی عبادت میں گزارو"۔

**۴**۔ حضرت امام صاحب باوجودیکہ عوام و خواص میں یکساں مقبول تھے۔ سلاطین و امراء سے عموماً کنارہ کش ہی رہا کرتے تھے۔ ایک دن امام صاحب کسی اشد ضرورت سے منصور کے دربار میں گئے۔ ابوالعباس جو منصور کے درباری اراکین میں سے تھا ناحق امام صاحب سے خار کھاتا تھا۔ اس نے منصور کو امام صاحب سے برگشتہ کرنے کی غرض سے سرِ دربار امام صاحب سے سوال پوچھا:۔

ابوالعباس: "امام صاحب! امیر المومنین کبھی کبھی ہم لوگوں کو بلا کر حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی گردن مار دو۔ ہم کو مطلق معلوم نہیں ہوتا کہ شخص مذکور قصوروار ہے کہ نہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں اس حکم کی تعمیل کرنی چاہیے یا انکار کر دینا چاہیے؟"

امام صاحب: "آپ کے نزدیک خلیفہ کے احکام حق ہوتے ہیں یا باطل؟"

(اب منصور کے سامنے ابوالعباس کی کیا مجال کہ خلیفہ کے احکام کو باطل قرار دیتا)

ابوالعباس: "حق ہوتے ہیں"۔

امام صاحب: "تو پھر حق کی تعمیل میں پوچھنا کیسا؟"

**۵**۔ اسی طرح ایک دوسرا سردار ربیع جو منصور ہی کا درباری وزیر تھا۔ امام صاحبؒ سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ ایک بار امام صاحب طلبی پر دربار میں گئے۔ ربیع بھی حاضر تھا۔ اس نے از روئے شرارت امام صاحب کی طرف اشارہ کر کے خلیفہ کو بتایا کہ "حضور! یہ شخص تو آپ کے جدِّ امجد (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ) کی مخالفت کرتا ہے جن کا قول ہے کہ "کوئی شخص کسی بات پر قسم کھائے اور وہ ایک روز کے بعد انشاء اللہ کہہ لے تو قسم میں

داخل سمجھا جائے گا۔ اور قسم کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا۔ ان کے بالمقابل یہ شخص (ابو حنیفہ) فتویٰ دیتا ہے کہ "اگر انشاء اللہ کا لفظ قسم کے ساتھ ہو تو جزو قسم سمجھا جائیگا ورنہ لغو اور فضول ہوگا۔"

اس پر امام صاحب نے خلیفہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ "امیر المومنین! ربیع کا خیال ہے کہ لوگوں پر آپ کی بیعت کا کچھ اثر نہیں۔" منصور نے پوچھا "وہ کیوں کر؟" آپ نے جواب دیا۔ "ربیع کے بیان کردہ مسئلہ کے مطابق جو لوگ دربار میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں مگر گھر جا کر انشاء اللہ کہہ لیا کرتے ہیں۔ جس سے بیعت کی قسم بے اثر ہو جاتی ہے اور آپ کی مخالفت شرعی مواخذہ کے قابل نہیں رہتی۔"

منصور یہ سن کر ہنس پڑا اور ربیع سے کہنے لگا۔ "ابوحنیفہ کو نہ چھیڑا کرو اس پر تمہارا داؤ نہیں چل سکتا۔"

**۶**۔ ایک شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہوا۔ اور قسم کھائی کہ "جب تک تو مجھ سے نہ بولے گی میں تجھ سے کبھی نہ بولوں گا۔" عورت بھی اتنی ہی تیز مزاج تھی۔ اس نے بھی شوہر کے الفاظ دہرا کر وہی قسم کھا لی۔ اس وقت تو دونوں کو غصہ تھا۔ کچھ دیر بعد خیال آیا اور لگے افسوس کرنے۔ شوہر نے حضرت ابوسفیان ثوری سے صورت واقعہ بیان کی۔ انہوں نے سن کر کہا۔ کہ قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ شوہر مایوس ہو کر حضرت امام صاحب کے پاس آیا۔ امام صاحب نے واقعہ سن کر فرمایا کہ "جاؤ شوق سے باتیں کرو کسی پر بھی کفارہ نہیں۔ کیونکہ جب خاوند کے قسم کھانے کے بعد عورت نے وہی الفاظ خاوند کو مخاطب کر کے دہرائے تو عورت کی طرف سے بات چیت کی ابتدا ہو چکی لہٰذا قسم کہاں باقی رہی۔"

**۷**۔ ایک دن کسی مجلس میں امام صاحب کے چند ہم عصر بزرگ امام سفیان ثوریؒ، قاضی ابن ابی لیلیٰؒ اور شریکؒ حاضر تھے۔ ایک شخص نے آکر مسئلہ دریافت کیا۔ اس نے بتایا کچھ آدمی چند جگہ جمع تھے ایک سانپ نکلا اور ایک شخص کے بدن پر چڑھنے لگا۔ اس نے گھبرا کر پھینک دیا جو دوسرے شخص پر گرا اس نے بھی اضطراب میں ایسا ہی کیا۔ اسی طرح ایک دوسرے پر پھینکتے پھینکتے سانپ نے آخری آدمی کو کاٹ لیا۔ اور وہ مر گیا۔ سوال یہ ہے کہ از روئے شریعت دِیت کس پر لازم آئے گی۔

سوال سن کر حاضرین مجلس مختلف الرائے ہو گئے۔ کسی نے کہا پہلے پر، کسی نے کہا سب پر یکساں۔ امام صاحب خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ لوگوں نے آپ سے رائے طلب کی۔ آپ نے فرمایا "جب پہلے شخص نے اپنا دفاع کرتے ہوئے ایک مضطربانہ حرکت سے سانپ دوسرے پر پھینکا اور دوسرا محفوظ ہو گیا تو پہلا شخص دیت سے بری ہو گیا۔ علی ہذا القیاس دوسرے اور تیسرے سے اخیری سے پہلے آدمی تک کسی پر دیت لازم نہیں آتی۔ اب اخیری سے پہلے شخص کے بارے میں یہ ہے کہ جب اس نے اپنا دفاع کرتے ہوئے مضطربانہ طور پر آخری شخص پر سانپ پھینکا تو اگر اخیری شخص کو سانپ نے گرتے ہی کاٹ کھایا تو اخیری شخص سے پہلے پر دیت ہے۔ لیکن اگر سانپ کے گرنے اور کاٹ کھانے میں اتنا وقفہ ہوا کہ وہ اپنا دفاع کر سکتا تھا اور اس نے دفاع نہ کیا تو کسی پر کچھ بھی لازم نہیں۔"

یہ فیصلہ سن کر سب حاضرین عش عش کر اٹھے۔

**۸**۔ ایک دفعہ بہت سے لوگ قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ پر امام صاحب سے گفتگو کرنے آئے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اتنے زیادہ آدمیوں میں سے میں تنہا کیونکر بحث کر سکتا ہوں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ لوگ اپنے میں سے کسی ایک کو انتخاب کریں جو سب کی طرف سے میرے ساتھ بحث کرے اور اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر سمجھی جائے۔ لوگوں نے منظور کیا۔ امام صاحب نے فرمایا "تو بس مسئلہ قرأۃ خلف الامام بھی حل ہو گیا۔ آپ نے جس طرح ایک شخص سب کی طرف سے بحث کا مختار کیا ہے۔ اسی طرح امام بھی نماز میں مقتدیوں کی طرف سے قرأۃ کا کفیل ہے۔"

**۹**۔ ایک مرتبہ خارجیوں کا سردار ضحاک کوفہ پر قابض ہو گیا امام صاحبؒ کے پاس آیا۔ اور تلوار دکھا کر کہا۔ "توبہ کرو۔" آپ نے پوچھا "کس بات سے؟" ضحاک نے کہا۔ اپنے اس عقیدہ سے کہ حضرت علیؓ نے معاویہؓ کے جھگڑے میں ثالثی مان کر قرآن کی خلاف نہیں کی۔ حالانکہ جب وہ



حق پر تھے تو ثالث کیوں مانا۔ جبکہ قرآن شریف میں ہے۔ "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ" امام صاحب نے فرمایا۔ اگر مجھے قتل کرنا ہی مقصود ہے تو اور بات ہے ورنہ اگر تحقیق منظور ہے تو مجھے کچھ بات کرنے کی اجازت دو۔" ضحاک نے کہا۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔" امام صاحبؒ نے کہا۔ اگر اس مسئلہ پر بحث ہو۔ اور آپس میں طے نہ ہو سکے کہ کون برحق ہے تو اس کا کیا علاج؟" ضحاک نے کہا۔ "ہم دونوں ایک شخص کو منصف قرار دیں۔" امام صاحب نے فرمایا "یہی کام تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ پھر ان پر الزام کیا؟" ضحاک چپ ہو گیا اور خاموشی سے چلا گیا۔

**۱۰**۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور تابعی اور محدث عطا ابن ابی رباع اکٹھے ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ ایک آدمی نے آیت "وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ" کا معنیٰ پوچھا۔ عطا نے معنیٰ بیان کیا۔ "خدا نے حضرت ایوبؑ کی آل اولاد جو مر گئی تھی زندہ کر دی اور اس کے ساتھ اور نئی پیدا کر دی۔" امام صاحب بولے کہ "جو شخص کسی کی صلب سے پیدا نہ ہوا ہو وہ اس کی اولاد کیونکر ہو سکتا ہے؟" عطا خاموش ہو گئے۔

**۱۱**۔ حضرت امام صاحب کی زندگی میں ہی بعض لوگوں کی کج فہمی کی وجہ سے یہ بات وسیع پیمانے پر اشاعت پا گئی تھی کہ نعوذ باللہ حضرت امام صاحب رائے اور قیاس کو قرآن و حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ محض غلط فہمی تھی۔ امام صاحب کی مدوّنہ فقہ تمام تر قرآن و حدیث پر مبنی ہے۔ اور جن مسائل اجتہادیہ میں امام صاحب نے قیاس اور اجماع کے اصول استعمال فرمائے ہیں۔ ان کی بنیاد بھی قرآن و حدیث سے حاصل کردہ بصیرت ہی ہے۔ اس سے الگ کچھ نہیں۔ بہرصورت یہ غلط فہمی موجود تھی۔ اور امام صاحب کو اکثر اس کی وضاحت کرنا ہی پڑتی تھی۔

چنانچہ ایک دفعہ جب امام صاحب حرمین شریفین کے سفر میں مدینہ منورہ گئے تو فرطِ عقیدت سے حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ امام باقر صاحبؒ نے آپ کا نام ابوحنیفہ سن کر چھوٹتے ہی پوچھا "ہاں تم وہی ابوحنیفہ ہو جو قیاس کی بناء پر ہمارے دادا کی حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو۔"

امام صاحبؒ نے نہایت ادب سے گزارش کی۔ "العیاذ باللہ! رسول پاکؐ کی حدیث کی مخالفت کون کر سکتا ہے آپ تشریف رکھیں۔ تو کچھ عرض کروں۔"

اس کے بعد دونوں بزرگوں میں حسبِ ذیل گفتگو ہوئی:۔

امام ابوحنیفہ: عورت ضعیف ہے یا مرد؟

امام باقر: عورت۔

امام ابوحنیفہ: وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟

امام باقر: مرد کا۔

امام ابوحنیفہ: میں قیاس لگاتا تو کہتا کہ عورت کو وراثت مرد سے زیادہ حصہ ملنا چاہیے۔ کیونکہ ضعیف ہونے کی بناء پر زیادہ کی مستحق ہے۔ جبکہ میرا فتویٰ وہی ہے جو قرآن و حدیث کا۔

پھر پوچھا:۔

امام ابوحنیفہ: نماز افضل ہے یا روزہ؟

امام باقر: نماز

امام ابوحنیفہ: حائضہ عورت پر نماز کی قضا واجب ہے یا روزے کی؟

امام باقر: روزے کی۔

امام ابوحنیفہ: قیاس کے اعتبار سے حائضہ عورت پر نماز کی

# نوجوانوں سے خطاب

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لودھیانوی مرحوم

اٹھو کشورِ صدق کے تاجدارو
نظامِ شریعت کے تابندہ تارو
زمانہ کو جوشِ عمل سے اُبھارو
نکھارو ۔ رُخِ زندگی کو نکھارو

اٹھو نوجوانو ۔ اٹھو نوجوانو
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

یہ سازِ کہن ، یہ ترانہ بدل دو
یہ قصہ بدل دو ، فسانہ بدل دو
یہ رسم و رہِ کافرانہ بدل دو
یہ تخت اور تاجِ شاہانہ بدل دو

اُٹھو نوجوانو ۔ اُٹھو ۔ نوجوانو
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

بہاروں کی خاطر شراروں سے کھیلو
گلوں کے لئے خارزاروں سے کھیلو
بھنور میں بڑھو ۔ تیز دھاروں سے کھیلو
فلک پر اُڑو ۔ چاند تاروں سے کھیلو

اٹھو نوجوانو ۔ اٹھو نوجوانو
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

ہے مظلوم دُنیا جو گھبرا رہی ہے
ہر اک در سے اب یہ ندا آرہی ہے
گھٹا ظلم کی ہر طرف چھا رہی ہے
وہ بدلی کفر کی بھی مُنڈلا رہی ہے

اٹھو نوجوانو ۔ اٹھو نوجوانو
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

وہ صدیقِ اکبرؓ کا عزمِ نبیؐ ہو
وہ فاروقِ اعظمؓ کا جذب ولی ہو
وہ نادِ حیا مثلِ عثمان غنیؓ ہو
وہ کرّار حیدرؓ کا عزمِ جلی ہو

اٹھو نوجوانو ، اٹھو نوجوانو
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

فکر کو بدل دو ۔ نظر کو بدل دو
مکیں کو بدل دو ۔ مکاں کو بدل دو
زمیں کو بدل دو ۔ زماں کو بدل دو
فضا کو بدل دو ۔ سماں کو بدل دو

اٹھو نوجوانو ، اٹھو نوجوانو
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو



شیخ محمد نصیر

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی سنہری دور کی چوتھی کڑی ہیں۔ ان کے فضائل و مناقب آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ نبی کریمؐ کے قریبی رشتہ دار اور ایک تابع فرمان شاگرد تھے۔

آپ حافظ قرآن بھی تھے اور جامع قرآن بھی، ملک التجار بھی تھے اور غریب نواز بھی، دین میں خاص طور پر ایک اونچا درجہ رکھتے ہیں اور دنیا میں بھی ایک بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے۔

تاجر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک بہت بڑے سیاح بھی تھے ہواؤں اور فلکیات کے علوم میں یکتائے زمانہ تھے۔

ایمان و حیا اور سخاوت کے پتلے تھے۔ پہلے مہاجر ہونے کی حیثیت سے قرآن حکیم نے انہیں السابقون الاولون کے خطاب سے یاد کیا ہے۔ قرآن حکیم نے جن اصحابؓ کو جنت کی بشارت دی ہے آپؓ ان میں سر فہرست شامل ہیں۔ وہ صلح جوئی کے جذبہ کے تحت مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے بھی اپنا روپیہ استعمال کرتے تھے اور خرید کے وقت بھی ان کا کردار بے مثال تھا۔ بیچنے والے کی حالت محسوس کرتے، مقررہ قیمت سے بہت زیادہ رقم ادا کر دیتے تھے۔ جہاندیدہ ہونے کی حیثیت سے ان کی گفتگو میں تنوع اور حیرت انگیز کشش تھی چنانچہ انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوت میں بے تکلفی سے باتیں کرنے کا خاص موقع ملتا رہتا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کو ذوالنورین اس لیے کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کی زوجیت میں آئیں۔ رقیہؓ اور ام کلثومؓ جب دوسری بیوی کا بھی انتقال ہو گیا تو انھیں دفن کرتے وقت حضورؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور پکار کر کہا۔

"اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اس کو بھی حضرت عثمان غنیؓ کے عقد میں دے دیتا۔"

حضرت عثمان غنیؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یہ وہ دس صحابی تھے جن کو جنت الفردوس کا وعدہ دیا گیا ہے رسول اکرمؐ ملت کے معاملات میں جن صحابہ کرام کا مشورہ طلب کیا کرتے تھے ان میں حضرت عثمان غنی ہمیشہ شامل رہے ہیں۔

حضرت عثمانؓ حیا اور پاکیزگی کے پتلے، اپنے رحم و کرم میں یکتا، جہاد بالمال میں لاثانی، ایمان اور استقامت کے مجسمے تھے۔ جب رسول اکرمؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں پانی کی قلت تھی، صرف ایک ایسا کنواں تھا جو بیئر رومہ کے نام سے مشہور تھا رسول اکرمؐ نے مسلمانوں سے خطاب کر کے پوچھا،

"کون ہے جو اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے؟"

یہ سعادت بھی حضرت عثمان غنیؓ کو ہی نصیب ہوئی اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے کئی جگہ مزید کنوئیں کھدوائے اور وقف کر دیئے۔

ایک غزوہ کی تیاری میں حضرت عثمان غنیؓ نے اپنا تمام مال وقف کر کے جہاد بالمال کا بے مثال نمونہ پیش کیا اس طرح غزوات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

غزوہ تبوک میں ایک بار ان کی دی ہوئی اشرفیوں کو نبی کریمؐ الٹا پلٹا کر کہتے جا رہے تھے۔

"عثمانؓ! تیرا بہشت میں مقام بن چکا ہے۔"

## عہدِ خلافت کی جھلکیاں

حضرت عثمانؓ ستر سال کی عمر میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے مدینہ منورہ میں ایک ایسی ندی ہے جس میں طغیانی آتی تھی، ان کے عہد میں ایک سیلاب ایسا آیا جس سے شہر غرق ہو گیا اس کے بعد انہوں نے ایک بند تعمیر کروایا جس سے شہر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا

اور انہوں نے آس پاس کی زمین خرید کر حرم محترم کو وسعت دی۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نبی کریمؐ اور خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں ایک معمولی بدو کو بھی بڑے سے بڑے رعب والے بادشاہ کے سامنے گفتگو کرنے میں جھجک نہ ہوتی تھی۔ اور یہ آزاد خیالی ان کا ایک طرۂ امتیاز تھا یہ جو کچھ آپ یہاں دیکھتے ہیں کہ اپنی رائے ظاہر کرنے کے لیے کسی بڑے آدمی کی پیروی کرنے کی تلاش ہوتی ہے اور نگاہ کسی دبدبہ والے آدمی کا رخ معلوم کرنے کے لیے ادھر ادھر دوڑتی ہے یہ بات اہلِ عرب میں نہیں تھی۔ اس لیے ان کو بسا اوقات ایک نقطہ پر اکٹھا کرنا معمولی کام نہ تھا یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت کا تعین کرنے کے لیے عشرہ مبشرہ میں سے چھ بزرگوں کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کی۔ تو کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لیے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو سخت محنت، بردباری اور شب بیداری سے کام لے کر کئی کٹھن منزلیں طے کرنے کے بعد مسلمانوں کو یک زبان پا کر حضرت عثمانؓ کو امیر المومنین تجویز کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

زمانہ شاہد ہے کہ ہمارے دل و دماغ ایسی آلائشوں سے پاک نہیں ہیں جو حق گوئی میں مانع ہوتی ہیں اس لیے حضرت عثمان کے متعلق پہلے جو کچھ لکھا گیا ہے اور اب بھی جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ از روئے معتبر اسناد اور روایات پیش خدمت ہے۔ ان اکابر کی امانت اور دیانت پر آج تک کسی نے بھی شبہ تک نہیں کیا اور اس سے ہمارا مقصد صرف لوگوں کے دلوں سے کدورت کو دور کرنا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب انصار نے خلافت کے متعلق اپنے خصوصی حق کا نعرہ لگایا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے مشہور خطبہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ارشاد فرمایا۔

"ہم کو تمہاری فضیلت کا اقرار ہے مگر سوال اس امر کا ہے کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو حضرت شیخینؓ یا حضرت علیؓ کے برابر سمجھا جائے" ظاہر ہے کہ اس خطبہ میں حضرت عثمانؓ کا نام نہیں آیا لیکن بعد کے انتخاب واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہؓ کی رائے ایک طرف تھی اس کی بنا پر وہ اپنا خیال بدلنے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی جستجوئے خلافت اس لیے تھی کہ نبی کریمؐ کے نائب کا انتخاب ایک دینی و ملی فریضہ سمجھا جاتا ہے اور ان کے سامنے حضورؐ کی یہ احادیث ان کے دل و دماغ کو ہر وقت گرما رہی تھیں۔

"خدا میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرتا۔"

"جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔"

یہ دونوں جملے عبداللہ بن عمرؓ کی بیان کردہ حدیث کے ٹکڑے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے خلوص کی دلیل یہ ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران آٹھ سال تک زندہ رہے اور اس عرصۂ دراز میں نہ خود کبھی کوئی فائدہ اٹھایا اور نہ ان کی اولاد عثمانی خلافت سے بہرہ مند ہوئی۔ ان کی یہ تمام تگ و دو کسی لالچ کے بغیر تھی۔ پاسداری یا اقربا پروری نہ تھی۔ حقیقتاً یہ تمام سخت کوشی، محض خدا کے لیے تھی۔ چنانچہ جب حضرت عثمانؓ کی خلافت تسلیم کر لی گئی تو انہوں نے کبھی بھی اپنی محنت کو یاد نہیں رکھا حتیٰ کہ اس سلسلہ میں کبھی ذکر تک نہ ہوا۔

جب حضرت عمرؓ نے چھ بزرگوں پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ منتخب کی تو عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے ذاتی دعوے سے کنارہ کشی کر کے باقی پانچ صحابہ کرام کو اس طرح خطاب فرمایا۔

"اگر تمہاری مرضی ہو تو تم میں سے تمہارے نفع کی خاطر میں ایک شخص کو منتخب کر دوں"۔

اس پر سب راضی ہو گئے اور کہنے لگے کہ:۔

"ہم نے ایسی بات میں آپ کو مختار اور متولی تسلیم کر لیا ہے"۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف متوجہ ہو کر دوبارہ وہی سوال کیا تو انھوں نے ارشاد فرمایا۔

"جب آپ کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطاب سے سرفراز فرمایا ہے تو کیا مجھے آپ کی وکالت پر کوئی شبہ ہو سکتا ہے"۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی کد و کاوش پر محدثین کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔

"حضرت عثمانؓ کی بیعت کے وقت جیسا اتفاق ہوا ایسا اتفاق کسی کی بیعت کے وقت نہ ہوا"۔ (امام احمد بن حنبلؒ)

"انسانی تخیل ہمیشہ ایسے خیالی پلاؤ پکاتا رہا ہے کہ کسی چیز کے ہاتھ آجانے سے یہ حیرت انگیز کرشمہ سامنے آیا کہ جس شے کو بھی وہ چھو جاتی اسے سونا بنا دیتی۔ اس تصور پر بڑے بڑے افسانے تراشے گئے، محاورے بنے، الف لیلیٰ کو زینت بخشی گئی لیکن یہ سب کے سب خیال و تصورات تھے اور محض دماغی لذت کے لیے تھے البتہ یہ امر واقع ہے کہ جو شخص بھی ہمارے نبی کریم محمد مصطفےٰؐ کی صحبت سے فیض یاب ہوا وہ کندن بن گیا۔

ان کے زمانہ کا ایک واقعہ اب سب کے سامنے ہے وہ لوگ جو حضور کے سخت ترین دشمن تھے اور ان کو اذیت پہنچانے



میں سرگرداں رہتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہوتے ہی ان میں ایسا انقلاب آیا کہ کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ یہ وہی پہلا آدمی ہے واقعی یہ سونا بن گیا اور دنیا نے اس معجزے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا

مولانا حالی فرماتے ہیں:۔

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

انہی بزرگوں میں ایک بزرگ حضرت عثمان غنیؓ بھی تھے۔

قرآن حکیم میں قریش کی تجارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ کہ وہ اس غرض سے ملک یمن اور ملک شام میں جایا کرتے تھے حضرت عثمان غنیؓ بھی انہی تاجروں میں سے تھے اور وہ اس سیاحت اور سفروں کے دوران میں ایک بیدار مغز سیاح شمار ہوتے تھے۔

جب قرآن مجید میں مناظرِ قدرت یعنی ہواؤں کا اپنے اوقات پر چلنا ان کا بادلوں کو ادھر ادھر دھکیل کرلے جانا، پانی برسانا اور کھیتوں کا لہلہانا اور آسمانوں پر چاند سورج اور ستاروں کا اپنے اپنے محور میں گھومنا اور ایک دوسرے سے نہ ٹکرانا وغیرہ کی آیات اتریں تو صحابہ کرام میں بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی لیکن ان میں سب سے زیادہ اثر حضرت عثمان غنیؓ کے دل و دماغ پر ہوا۔ آپؓ نے فلکیات اور ہواؤں کے علوم کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ چنانچہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ وہ اس زمانہ کے سب سے بڑے سائنسدان تھے۔

جس وقت حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں بحری بیڑا تیار ہوا تو حضرت عثمان غنیؓ کا یہی علم بحر بے کراں ثابت ہوا جو نزدوماکے ایک بہت بڑے اور پرانے بیڑے پر فوقیت حاصل کر گیا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ صحرا اور سمندر میں راستے نہیں ہوتے۔ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ ذرا سی غلطی سے مسافر کہیں سے کہیں جا پہنچے حضرت عثمان غنیؓ ہواؤں کا اتنا علم جانتے تھے کہ وہ بادِ سموم چلنے یا آندھی آنے کی پیشگوئی کر سکتے تھے اور جانتے تھے کہ کس رخ کی ہوائیں ان کے سفر کے لیے مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ ستاروں کی گردش سے یہ جانتے تھے کہ وہ کس سمت میں جا رہے ہیں، کتنی منزل طے ہو چکی ہے اور کتنی باقی ہے جس کارواں کی قیادت حضرت عثمان غنیؓ خود کرتے تھے یہ ناممکن تھا کہ اسے حادثہ پیش آجائے۔ اسی طرح بحری بیڑا تیار ہو جانے پر حضرت عثمان غنیؓ سمت (رخ) کی اہمیت کو سمجھتے تھے انہوں نے خود اپنے آدمیوں کو سکھایا پڑھایا اور اس طرح بحیرہ روم کے کئی جزیروں شمالی ساحل افریقہ اور جنوبی ساحل یورپ پر اپنا تسلط جما لیا جس سے اسلامی سلطنت (۱) بیرونی خطرات سے محفوظ ہو گئی۔

۲- ہسپانیہ اور دیگر ملکوں کو قبضہ میں لانے کے لیے زمین ہموار ہو گئی۔

۳- بحیرہ روم کے شمالی اور جنوبی ساحلوں پر جا بجا بندرگاہیں اور نئے نئے شہر آباد کر کے وہاں جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے گئے۔

۴- ان نئے شہروں میں، قابل محنتی اور دیندار عرب باشندوں کو بسایا گیا جن کی وجہ سے سائنس اور تجارت کو ہر قسم کی تقویت پہنچی۔ بزرگوں کا احترام کرنا نہ صرف ایک دینی تقدس کا تقاضا ہے بلکہ یہ فریضہ قومی سالمیت اور زندہ لوگوں کے آپس کے تعلقات کے لیے ازبس ضروری ہے۔

خلفائے راشدین کے پاکیزہ حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بزرگ میں کچھ خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں اور نبی کریمؐ کے سوا ان کا کوئی اور ثانی نہ تھا۔

ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی ان چند خوبیوں کو قارئین کے سامنے پیش کر دیں جن میں وہ یکتائے زمانہ تھے یہ اس لیے کہ ان کی شہادت کے بعد ملت میں ایک سکتہ جیسا طاری ہو گیا اور اس دوران میں قوم کو طرح طرح کے مظالم برداشت کرنا پڑے۔

انسانی تاریخ میں یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے کہ کسی ایک شخص کی موت و شہادت پر ساری کی ساری قوم کو اتنا دکھ پہنچا ہو جتنا کہ حضرت عثمان کی شہادت پر۔ یہ عشق عثمان تھا جس کی وجہ سے یہ دکھ دیوانگی کی حد تک جا پہنچا تھا اور ہزاروں نہیں لاکھوں افراد جن میں صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے آپس میں کٹ مرے یا دنیا سے بیزار ہو گئے۔ اس وقت سے لے کر آج تک جمعیت اسلام صحیح معنوں میں کبھی قائم نہ ہوئی۔

ان کی بیعت خلافت کے وقت بھی ان کی ہر دلعزیزی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوئی۔ عبدالرحمان بن عوف فرماتے ہیں کہ انہوں نے استصواب رائے کے لیے صرف مدینہ کے احباب سے ہی گفتگو اور مشورہ پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ان دنوں اتفاق سے پانچ صوبوں کے گورنر اور کئی رؤسا بھی مدینہ میں تشریف رکھتے تھے، یہ سب کے سب حضرت عثمان غنیؓ کے حق میں تھے۔

یہ بات سب کے سامنے آ چکی ہے کہ نبی کریمؐ کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ ان کی تعلیمات سے ایسے اشخاص پیدا ہوئے جن کی امانت، دیانت، صداقت اور لیاقت میں کسی کو کبھی

بھی شبہ نہیں ہوا ان سب کا حضرت عثمان رضؓ کے حق میں ووٹ دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ منہاج السنہ میں ہے کہ:

"حضرت عثمان رضؓ کی بیعت کے وقت جیسا اتفاق ہوا ویسا اتفاق کسی اور کی بیعت کے وقت نہ ہوا۔"

جمعہ کے خطبہ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کامل الحیاء والایمان کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے آپ میں شرم وحیا اس قدر تھا کہ غسل خانہ میں بھی چادر باندھ کر نہایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسند پر صحابہ کرام رضؓ سے بے تکلف باتیں کر رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تشریف لے آئے آپ اپنی اسی حالت میں لیٹے رہے اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ اور دیگر اکابر بھی تشریف لے آئے تو نبی کریمؐ اسی انداز میں بے تکلفی سے باتیں کرتے رہے لیکن جب حضرت عثمان رضؓ موقع پر تشریف لائے تو آپ نے اپنی تہ بند کو سیدھا کیا، ٹخنوں تک جسم کو ڈھانپ لیا اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے دریافت کیا کہ ایسا کیوں ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "عثمان رضؓ سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ میں کیوں نہ کروں"

سیدنا عثمان غنی رضؓ نے حرم محترم کو وسعت دینے کے بعد چبوترے بنوائے اور عمارت میں جدت پیدا کر دی، یہ کام ربیع الاول ۲۹ھ میں شروع ہوا اور دس ماہ میں ختم ہو گیا، مسجد میں روزہ داروں کے لیے کھانے کا انتظام کیا جس سے مسجدوں کی رونق میں بہت اضافہ ہو گیا، ان کے عہد خلافت میں جب پہلی بار قرآن کی قرات کا سوال پیدا ہوا تو انہوں نے حضرت حفصہ رضؓ سے مجموعہ منگوا کر ایک بورڈ کی تشکیل کی، جنہوں نے قرآن مجید کو قریش کی زبان میں لکھا۔ پھر اس کے بعد چند نسخے نقل کرا لیے گئے۔ اور ہر صوبے کے گورنر کے پاس ایک ایک نسخہ محفوظ کر دیا گیا۔ انہیں رعایا کا اتنا خیال تھا کہ خطبہ کے وقت بھی لوگوں کے حالات معلوم کرتے رہتے تھے۔

## عام انتظامات

بحری فوج کی تنظیم کا کام ان ہی کے عہد میں ہوا اس سلسلہ میں ایک بندرگاہ کی ضرورت تھی چنانچہ امیر المومنین خود ساحل کے ساتھ ساتھ دور تک گئے اور پھرتے پھراتے مناسب مقام کا جائزہ لیتے رہے بالآخر انہوں نے ایک جگہ بندرگاہ کے لیے تجویز کی جس کا نام جدہ رکھا گیا اور ساحل کے ساتھ ساتھ انہوں نے کثرت سے دیہات بنوائے اور وہاں فوجیوں اور بے گھر ہونے والے لوگوں کو آباد کیا۔

تاجروں کی مشکلات کے پیش نظر کوفہ میں مہمان خانہ تعمیر کرایا۔

ولید، حضرت عثمان غنی رضؓ کے سوتیلے بھائی تھے۔ ان کا شراب پینے کا جرم ثابت ہو گیا تو انہوں نے حضرت علی رضؓ کو حکم دیا کہ "ولید کو اسی ۸۰ کوڑے لگائے جائیں۔"

حضرت عثمان رضؓ نے یہ احکام جاری کیے کہ جو لونڈی کوئی پیشہ نہ جانتی ہو۔ اور غلام کمسن ہو ان کو روپیہ کمانے کی تکلیف نہ دی جائے اور نہ ہی وہ ناجائز طریقے سے روزی پیدا کریں اور ان کو شاہی لنگر سے کھانا دیا جائے انہوں نے کئی لڑکے خود خریدے اور انہیں لکھنا پڑھنا سکھا کر اچھے کاموں پر لگا دیا۔

ان کے عہد خلافت میں اشعث رضؓ بن قیس نے آذربائیجان فتح کیا تو حضرت عثمان غنی رضؓ نے انہیں وہاں کا گورنر مقرر کر دیا اور اس علاقے میں کچھ عرب بھی آباد کر دیئے۔ بعد میں جب حضرت علی رضؓ خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے دوبارہ حضرت اشعث رضؓ بن قیس کو آذربائیجان کا گورنر مقرر کیا اس اثنا میں اکثر لوگ مسلمان ہو کر قرآن مجید سے بھی فیضیاب ہو چکے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضؓ کے شرم وحیا کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ان کے اپنے الفاظ درج کر کے یوں ترجمہ کیا ہے۔

"میں تاریک گھر میں بھی نہاتا ہوں تو شرم سے پیچ وتاب کھاتا رہتا ہوں اور یہ حیا اس حیا سے مختلف ہے جو مقامات نفس سے ہے، یہ حیا خدا کی عزت اور جلال کے دیکھنے سے اور اس کا خیال کرنے سے کہ اس کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوں اور انسانی گندگی کے ساتھ ملوث ہوں، پیدا ہوتی ہے۔"

## حضرت عثمان رضؓ کی شہادت

ان کے ایمان اور استقامت کا یہ حال تھا کہ شہادت کے وقت ذرا سی جنبش بھی نہیں کی، کسی کو مداخلت کرنے کا حکم نہیں دیا قرآن مجید کو اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیا، جس کی وجہ سے قرآن پاک شہادت کے وقت خون سے شرابور ہو گیا۔

یہ قرآن مجید سلطنت عثمانیہ کے دارالحکومت قسطنطنیہ (استنبول) کی لائبریری میں محفوظ ہے اس کا فوٹو اب لاہور میں بھی موجود ہے۔

**ختم ایت کریمہ**

**۲۹ رجولائی بروز جمعرات**

احباب یاد رکھیں



# حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ صاحب سے ایک ملاقات

ظہیر میر

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں دورۂ تفسیر کی کلاس حسب معمول جاری ہے اور رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اختتام کو پہنچنے والی ہے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے دور ہی سے اس کلاس کے شرکاء کو مختلف موضوعات پر لیکچر دینے کے لیے جید علماء کرام تشریف لاتے ہیں اس دور میں حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر اور حضرت مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما تشریف لایا کرتے تھے آجکل بھی مختلف موضوعات پر لیکچر دینے کے لیے ملک کے نامور جید علماء کرام تشریف لاتے ہیں۔ کلاس کے شروع میں حضرت مولانا علامہ عبدالستار صاحب تونسوی مدظلہ العالی تشریف لائے اور مختلف موضوع سے متعلق سیر حاصل لیکچرز دیئے۔ ان کے بعد حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر صاحب تشریف لائے۔ بندہ نے محترم حاجی بشیر صاحب کی معیت میں ان سے ملاقات کی۔ ملاقات میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کچھ ایسی باتیں سامنے آئیں جو قارئین کے لیے فائدہ مند ہو سکتی ہیں۔ اس تحریر میں ان کا مختصر سا انٹرویو شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ کرے ان کے خلوص سے فرمائے ہوئے ارشادات ہمارے سب کے لیے ہدایت اور راہنمائی کا ذریعہ بنیں۔ آمین

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اشعر انتہائی سادہ مزاج اور طبیعت کے بڑے کھلے ڈھلے انسان ہیں۔ عاجزی اور انکساری کا مرقع اور نہایت پرکشش شخصیت ہیں۔ جو محسوس کرتے ہیں کھلے دل سے اس کا اظہار بھی فرماتے ہیں۔ فتنۂ مرزائیت پر مولانا موصوف کو خاصا ملکہ حاصل ہے اور آجکل تحفظ ختم نبوۃ ملتان کے دفتر میں مرکزی ناظم تبلیغ اور کتب خانے کے انچارج کی حیثیت سے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ شیرانوالہ سے روانگی سے کچھ دیر پہلے یہ انٹرویو حاصل کیا گیا۔ وقت کی قلت کی وجہ سے تفصیلی بات چیت نہ ہو سکی۔ بہرحال جو کچھ حاصل ہوا وہ غنیمت ہے۔

سوال: حضرت اپنی تاریخ پیدائش اور ابتدائی زندگی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے۔

جواب: حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں ۲۵ مئی ۱۹۲۴ء کو ملتان کے قریب "راجپوت بھٹیاں" نامی گاؤں میں پیدا ہوا۔ والد صاحب کاشتکاری کیا کرتے تھے اور دادا مرحوم بھی کاشتکاری کے ذریعہ اپنا اور بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے، البتہ دادا جان عالم دین تھے اور اپنے روزگار کے ساتھ ساتھ دین کی خدمت بھی کیا کرتے تھے۔

میں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ میں ہی حاصل کی۔ ۱۹۴۱ء میں مدرسہ حسین آگاہی میں داخل ہوا۔ پھر ۱۹۴۳ء کو مولانا محمد علی جالندھری کے مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۴۷ء میں مدرسہ خیر المدارس سے موقوف علیہ کیا۔ مولانا محمد علی جالندھری

کا مجھ پر بڑا اعتماد تھا اور میں ان کے پرائیویٹ سیکرٹری کی حیثیت سے فرائض انجام دیتا رہا۔ ۱۹۴۹ء میں تعلیم سے فارغ ہوا۔ گھر میں مدرسہ قائم کیا، لیکن گھریلو مالی پریشانیاں بڑھتی چلی گیئں۔ مولانا محمد علی جالندھری رح سے عرض کیا تو ملتان میں ایک مدرسہ میں چالیس روپے ماہوار مشاہرہ پر تقرر ہوا۔ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے سب گھر والوں کا شروع سے ہی تعلق تھا اور ان سے قلبی عقیدت تھی۔

سوال: آپ اس خاص میدان (ختم نبوت) میں کب اور کیسے آئے؟

جواب: مَیں نے جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ چونکہ حضرت شاہ صاحب رح سے تعلق تھا تو ان کے کہنے پر ۱۹۴۹ء میں ہم پانچ آدمیوں مولانا لقمان علی پوری صاحب، مولانا عبداللطیف صاحب، مولانا غلام محمد صاحب، مولانا قائم دین صاحب اور مجھ کو مولانا محمد حیات صاحب کے سپرد کیا گیا۔ یہاں سے میرا تقرر فیصل آباد میں ہوا اور اسطرح مَیں نے فتنہ مرزائیت کے خلاف باقاعدہ آغاز کر دیا۔

سوال: اس سلسلہ میں کبھی جیل بھی جانا پڑا؟

جواب: ۱۹۵۳ء کی ختم نبوۃ تحریک میں ۱۸ر مارچ کو گرفتاری ہوئی اور تین مہینے تک جیل میں رہا۔

سوال: حضرت لاہوری رح سے کب اور کیسے تعلق ہوا۔

جواب: جیل میں ہی حضرت لاہوری سے تعلق پیدا ہوا۔ ویسے تو پہلے ہی بہت تعلق تھا لیکن جیل میں باقاعدہ شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵ معرّیٰ قرآن مجید منگوائے اور درس شروع فرمایا۔ اس درس میں ۳۵ کے قریب جید علماء کرام اور تقریباً ۲۰۰ افراد شریک ہوتے تھے۔ علماء کرام میں مولانا محمد حیات صاحب، مولانا محمد شریف جالندھری صاحب، سائیں محمد حیات صاحب، مولانا قائم الدّین صاحب، مولانا احمد سعید صاحب مولانا محمد علی جالندھری صاحب اور مولانا قاضی حسین احمد صاحب وغیرہ بھی درس میں شرکت کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہصاحب رح کے کہنے پر حضرت لاہوری رح نے مجھے بیعت بھی فرمایا۔ اسی دوران ظاہر قرآنی کا واقعہ پیش آیا۔ چار آدمی ڈسٹرکٹ جیل ملتان میں منتقل ہو گئے۔ حضرت رح کے جیل سے منتقل ہونے پر لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے ہم سنٹرل جیل میں تھے اور حضرۃ کو بوسٹر جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ اس کے بعد مجھے بوسٹر جیل لاہور میں لایا گیا اور یہاں لا کر چھوڑ دیا گیا۔ حضرت رح کے خط لکھنے پر حاجی دین محمد صاحب کے ہاں قیام ہوا حکیم عبدالمجید سیفی صاحب کے ہاں رہائش ہوئی۔ وہ مقدمے میں انکوائری کے کام میں مدد کیا کرتے تھے۔ ۱۰ مہینے تک انکوائری ہوتی رہی۔ عصر کے وقت روزانہ حضرت رح سے ملاقات ہوتی۔ جیساکہ مَیں نے پہلے عرض کیا کہ مجھے حضرۃ شاہصاحب رح کے کہنے پر حضرت لاہوری رح نے مسجد شیرانوالہ میں حوض کے سامنے والے حجرے میں بیعت فرمایا۔

سوال: اس کے بعد بھی حضرۃ سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا؟

جواب: جی ہاں! حضرت جب کراچی تشریف لاتے تو کراچی اور کھڈہ میں بھی حضرت سے ملاقات ہوتی رہتی اور یہ سلسلہ آخری وقت تک جاری رہا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر مَیں نے اپنے گاؤں میں ہی سُنی اور یہ خبر انتقال کے تیسرے دن پہنچی۔

سوال: حضرت رح کی وفات کے بعد آپ نے تجدید بیعت کی؟

جواب: نہیں۔ ویسے حضرۃ مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب سے تعلق رہتا ہے اور اکثر دین پور آنا جانا رہتا ہے۔



سوال: یہاں (شیرانوالہ) کے بارے میں کوئی تجاویز، مشورہ یا حکم

جواب: ہماری دلی خواہش ہے کہ یہ مرکز ہمیشہ آباد رہے۔ یہاں سے دینِ مبین کی تعلیم کے چشمے پھوٹتے رہیں۔ مرکز مضبوط ہونے سے ہم سب کا فائدہ ہے ہم اس دَر کے خادم ہیں۔ ہمیں سب کو اس مرکز کی بہتری کے لیے کوشش کرنی چاہیئے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالیہ کو صحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے (آمین) اور ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر سلامت باکرامت رکھے۔ (آمین)

سوال: حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق کوئی واقعات یاد ہوں تو ارشاد فرمایئے۔

جواب: واقعات تو ڈھیروں ہیں، لیکن وقت بہت کم ہے۔ مَیں نے ابھی جانا ہے چند ایک واقعات عرض کیے دیتا ہوں۔

ایک دفعہ "چوکیرہ" ضلع سرگودھا میں کلیار ہوٹل والوں کے ہاں دعوت تھی۔ مَیں بھی وہاں حاضر تھا۔ تمام لوگوں نے دعوت کھائی، لیکن حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کھانا کھایا جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ وہ کبھی کسی کے ہاں کھانا نہیں کھایا کرتے تھے، مگر اِلاّ ماشاء اللہ۔

ایک دفعہ گفتگو کرتے ہوئے حضرت لاہوری رح نے فرمایا کہ شاہ جی نے اپنے آپ کو ہنسی مذاق میں چھپا رکھا ہے، ورنہ یہ بڑے پائے کے بزرگ ہیں۔

ایک دفعہ مَیں نے شیرانوالہ مسجد لاہور میں نمازِ جمعہ پڑھی حضرۃ لاہوری جمعہ کی تقریر فرما رہے تھے میرے دل میں اچانک خیال آیا کہ حضرت کو یہاں دین کی خِدمت کرتے ہوئے تقریباً چالیس سال تو گزر ہی گئے ہیں۔ میرے دل میں اس خیال کا آنا ہی تھا کہ حضرۃ رح نے فرمایا کہ مجھے یہاں دین کی خدمت کرتے ہوئے چوالیس (۴۴) سال گزر گئے ہیں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ وقت کے سخت پابند تھے۔ ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں اصحاب کہف کے نام گنوا رہے تھے۔ ابھی دو نام ہی گنوائے تھے کہ وقت ختم ہونے پر فوراً خطبہ جمعہ ختم کر دیا۔

ایک دفعہ مجھے کسی نے بھڑکایا کہ دین کے لیے جو لوگ آپ کی خِدمت کرتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھا۔ کیفیت بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا مقصد دین ہونا چاہیئے اور اس کی خدمت میں کوئی مدد کرے تو قبول کر لو۔ چنانچہ اس کے بعد دل کو ایسا اطمینان نصیب ہوا ہے کہ اب تنگی کے باوجود بھی کبھی پریشانی نہیں ہوئی۔

ایک دفعہ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ بناوٹی لوگوں میں سے نہیں تھے۔ ان کا اندر اور باہر ایک تھا۔ ہمارے ہاں تشریف لاتے اور فرماتے کہ میں درس دوں گا۔ یہاں درس میں وقت کی پابندی کا بڑا خیال ہوتا تھا لیکن جب مولانا حسین علی رح درس دیتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ آج وقت کی کوئی پابندی نہیں ہو گی۔

حکیم عبدالمجید سیفی صاحب جن کا اوپر تذکرہ ہوا ان کی وفات کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ تیسرے دن ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور ساتھیوں سے کہا ان کے لواحقین کو کہہ دینا کہ سیفی صاحب بہت اچھی

# اہلِ اللہ حرص سے دُور رہتے ہیں

محمد شفیع عمر الدین — میرپور خاص — سندھ

حضرت ابوحامد بن احمد خضرویہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زاہدِ قانع کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ایک مالدار ان کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا، جب وہ رمضان کا روزہ خشک روٹی اور نمک کے ساتھ افطار کر رہے تھے۔ جب وہ مالدار گھر لوٹا تو اس نے ایک ہزار دینار اپنے خادم کے ہاتھ بطور ہدیہ ان کی خدمت میں بھیجے۔ زاہد نے یہ رقم لینے سے انکار کیا۔ اور خادم کو کہا کہ یہ رقم ان کو واپس دے دیں اور اسے کہیں کہ "جو شخص اپنا راز تم جیسے شخص پر ظاہر کرتا ہے، اس کی یہی سزا ہے"۔ یعنی میری مسکینی تم پر ظاہر ہو گئی تو تو دنیاوی مال و اسباب مجھے بھیج کر غفلت میں ڈالنا چاہتا ہے۔

(طبقات الکبریٰ حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ)

لہٰذا فقیر کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ دنیاداروں سے اپنی حاجات پوشیدہ رکھتا ہے اور اپنی بھوک و پیاس کو ظاہر نہیں کرتا۔ کیونکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھوک سے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے تھے .... (فقیر کو چاہئے) کہ اپنی ضرورتوں کو معتقدوں اور مالداروں کے سامنے کسی تعریض و اشارے سے کبھی بھی ظاہر نہ کرے۔

(انوار قدسیہ حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ)

جب بادشاہ ہند شاہ جہان حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سمٹے ہوئے پاؤں بادشاہ کی طرف پھیلا لئے۔ بادشاہ کے ہمراہ ایک دین کے عالم بھی تھے۔ انہوں نے اس حرکت کو نازیبا محسوس کرتے ہوئے عرض کی کہ حضرت آپ پاؤں کب سے دراز کرنے لگے ہیں؟ حضرت شیخ نے جواب دیا جب سے ہاتھ سمیٹ لئے ہیں۔ (کسی سے کچھ لینے کی طمع نہیں رکھی)۔

(ماخذ الفاظ القرآن حضرت حکیم الامت تھانویؒ)

بے طمع ہونا اور قناعت کی صفت سے موصوف ہونا بڑی دولت ہے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از قناعت ہیچ کس بے جاں نشد
وزِ حریصے ہیچ کس سلطاں نشد

یعنی قناعت اختیار کرنے سے کوئی شخص بھوکا نہیں مرا۔ اور نہ ہی حریص بن کر کوئی شخص بادشاہ بنا ہے۔

؎ حرص کور و احمق و ناداں کند
مرگ را بر احمقاں آساں کند

یعنی حرص بندے کو اندھا، بے وقوف اور نادان بنا دیتی ہے۔ وہ بے وقوفی سے دولت سمیٹنے کے ایسے ذریعے اختیار کرتا ہے۔ جو اس کی جلد موت کا سبب بنتے ہیں۔

؎ اللہ اللہ می زنی از بہرِ ناں
بے طمع پیش آ و اللہ را بخواں

یعنی تو روٹی کے لئے اللہ اللہ کرتا ہے۔ اس طرح کی طمع کو چھوڑ کر اخلاص سے اللہ اللہ کر اس کی عبادت میں لگ جا۔ فرائضِ عبودیت بجا لا۔ اپنی عبادت دوسروں کو دکھا کر اسے روٹی کے حصول کا ذریعہ نہ بنا۔ دوسروں کے مال میں طمع نہ رکھ۔ روزی رساں اللہ تعالیٰ تجھے روزی پہنچائے گا۔ بھوکا نہ رکھے گا۔

ایک شخص نے دس ہزار درہم حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کئے اور نہایت عاجزی سے عرض کی کہ حضرت انہیں قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو یہ بات پسند کرتا ہے کہ میں یہ رقم قبول کر لوں اور میرا نام درویشوں کی فہرست میں سے کاٹ دیا جائے؟ لہٰذا آپ نے اتنی بڑی رقم قبول نہ فرمائی۔

(کیمیائے سعادت فارسی ص ۳۹۸)

آپ ہی کا یہ قول ہے کہ "ہم نے فقیری طلب کی تو غنا (تونگری) خود بخود آ گئی۔ اور لوگوں نے تونگری کو طلب کیا تو فقیری و محتاجی ان کے سامنے آ گئی۔

(ماہنامہ تذکرہ دیوبند، اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۰)

سبحان اللہ! حضرت ابراہیم بن ادہم قدس سرہ نے دولت و سلطنت کو اپنی خوشی سے ترک کر کے زہد اختیار فرمایا تھا، اس لئے ان کو دنیاوی مال و دولت کی طرف رغبت نہ تھی۔

ہم کمزور بندے اس بلند پایہ بزرگ کے مرتبے کو نہیں پا سکتے۔ مگر اس واقعہ سے نصیحت حاصل کر کے کم از کم اتنا ضرور کرنا چاہئے کہ بقدرِ قوت روزی پر قانع و شاکر رہیں۔ اور حلال روزی جائز کسب سے حاصل کریں۔ حرام و مشتبہ سے کنارہ کریں۔ رشوت، کاروبار میں ٹھگی، دغا، فریب، جھوٹ، چوری اور ڈاکہ زنی وغیرہ سے دوسروں کے مالوں کو خورد برد نہ کریں۔

حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت زہد کس چیز کا نام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کسبِ حلال کرنا اور آرزو کا کوتاہ ہونا زہد ہے۔ (مشکوٰۃ)

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ حصولِ روزی کے لئے کوئی شرعًا حلال پیشہ اختیار کریں۔ اور اس کاروبار میں شرعی احکام و آداب کا خیال رکھیں۔ اور اس ذریعہ سے بقدرِ حاجت روزی حاصل کر کے قناعت اختیار کریں۔

حدیث شریف میں ہے کہ فقراء جنت میں دولتمندوں سے پانچ سو برس پہلے داخل ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)

نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ: اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے، تو اس کو دنیا سے اس طرح بچاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔ (ایضًا)

حرص ایک بُری خصلت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دو بھوکے بھیڑیے، جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے، اتنا نقصان نہیں پہنچاتے، جتنا انسان کے دین کو جاہ و دولت کی حرص نقصان پہنچاتی ہے۔ (ایضًا)

حضرت ابن سیرین قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو۔ اور اپنی روزی حلال طریقہ سے کماؤ، کیونکہ اگر حرام طریقہ سے کماؤ کے تب بھی اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۹)

یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھیں کہ زہد اختیار کرنے سے، اور حرص و لالچ اور حرام سے بچنے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ حضرت ابویعقوب ابن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "ادب سے تم علم سیکھو گے۔ علم سے تمہارا عمل درست ہوگا۔ عمل سے تم کو حکمت حاصل ہوگی۔ حکمت سے زہد ملے گا۔ اور اس سے توفیق (نیک عمل بجالانے کی) ہوگی۔ زہد سے تم دنیا چھوڑ دو گے۔ دنیا چھوڑنے سے تم کو آخرت کی رغبت ہوگی۔ اور آخرت کی رغبت سے اللہ تعالیٰ عزوجل کی خوشنودی ہاتھ آئے گی

(طبقات الکبریٰ)

## بقیہ : مولانا سندھیؒ

(خطبات ص ۱۶۲)

### امام ولی اللہ کی دعوتِ انقلاب

جس طریقہ پر یورپین اقوام نے اپنا انقلاب منظم کیا اسی طریقہ پر میں امام ولی اللہ کی دعوتِ انقلاب کو منظم کروں گا۔

روس کے انقلاب کی دو مرکزی شخصیتیں تھیں۔ کارل مارکس اور لینن۔ میں نے اپنی انقلابی دعوت کے لیے امام ولی اللہ اور امام محمد قاسم دو امام چُنے ہیں۔ انقلاب روس لادینی ہے اور میرا انقلاب امام ولی اللہ کی تعلیمات کا عین خلاصہ اور نچوڑ ہے (خطبات ص ۱۴۵)

### امام ولی اللہ کی فلاسفی پر پارٹی کی تشکیل

ہمارا دعوٰی ہے کہ جو پارٹی امام ولی اللہ کی فلاسفی پر بنے گی۔ وہی پارٹی وطنی، ملّی ضرورتوں کو پورا کرے گی۔ ہمارا یہ فکر اور زمانہ کی وہ فضا کہ اہلِ علم بھی نہیں جانتے کہ امام ولی اللہ واقعی فلاسفر تھے۔ یا انہوں نے کوئی ایسا سیاسی تخیل پیدا کیا ہے جو آج جمہور کے ترقی کن طبقہ کے مزاج سے سازگار ہو سکتا ہے۔ (خطبات ص ۲۰۹)

حسب سابق حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم یکم اگست ۱۹۸۲ء کو خضراء مسجد سمن آباد لاہور میں ماہانہ مجلس ذکر کرائیں گے۔ انشاء اللہ تعالے

## خواتینِ اسلام

# ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سید مشتاق حسین بخاری مرحوم

### نام و نسب

آپ کا نام جویریہؓ تھا۔ آپ قبیلہ خزاعہ کے خاندانِ مصطلق سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کے والد کا نام حارثؓ بن ابی ضرار تھا جو خاندانِ بنو مصطلق کے سردار تھے۔

### نکاحِ اولیٰ

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ میں مسافع بن صفوان سے ہوا۔

### نکاحِ ثانی

آپ کا نکاحِ ثانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا جس سے پیشتر آپ کے قبیلہ اور مسلمانوں میں لڑائی ہوئی حضرت جویریہؓ کے والد حارث اور شوہر مسافع دونوں ہی دشمنِ اسلام تھے ان لوگوں کی قریشِ مکہ کے ساتھ سازباز تھی۔ چنانچہ قریشِ مکہ ہی کے کہنے پر بنو مصطلق نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی کی معرفت اس اطلاع کی تصدیق کرائی پھر آپ نے صحابہؓ کو تیاری کا حکم دیا اور ۲ شعبان ۵ھ کو فوجیں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئیں۔ اسلامی فوجوں نے ۹ منزل کے فاصلہ پر مریسیع کے مقام پر قیام کیا اس سے پہلے ہی حارث کو خبر ہو گئی۔ چنانچہ وہ کسی طرف نکل بھاگا۔ البتہ جو لوگ مریسیع میں آباد تھے وہ برسرپیکار ہو گئے وہ بڑی دیر تک تیر برساتے رہے لیکن جب مسلمانوں نے دفعتہً ایک ساتھ حملہ کر دیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ آدمی مارے گئے۔ باقی گرفتار ہو گئے اسیران کی تعداد تقریباً چھ صد تھی۔ مسلمانوں کے قبضہ میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں بطورِ غنیمت ہاتھ آئیں۔

ان قیدیوں میں حضرت جویریہؓ بھی گرفتار ہوئیں اور جب مالِ غنیمت اور جنگی قیدی فوج پر تقسیم کر دیئے گئے تو حضرت جویریہؓ حضرت قیس بن ثابتؓ کے حصہ میں آئیں۔

حضرت جویریہؓ نے حضرت قیسؓ سے درخواست کی کہ مجھ سے مکاتبت کر لو یعنی روپیہ لے کر چھوڑ دو۔ حضرت ثابت فی الفور رضامند ہو گئے اور ۹ اوقیہ سونا لینا منظور کر لیا (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور درہم کی قیمت چار آنے ہوتی تھی۔ اس طرح کوئی ۹۰ روپیہ پر فیصلہ ہوا) حضرت جویریہؓ کے پاس روپیہ نہ تھا اس لیے آپ نے چاہا کہ لوگوں سے چندہ لے کر یہ رقم ادا کر دی جائے چنانچہ اس سلسلہ میں جناب جویریہؓ حضورؐ کے پاس بھی حاضر ہوئیں۔

اس مقام پر دو روایتیں بیان کی جاتی ہیں جو درج ذیل ہیں

ابن اسحاق نے حضرت عائشہؓ کی زبانی روایت کیا ہے کہ چونکہ حضرت جویریہؓ نہایت شیریں ادا تھیں لہٰذا جب میں نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے دیکھا تو میرا خیال ہوا کہ حضورؐ پر بھی وہی اثر ہو گا جو مجھ پر ہوا ہے جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں تو آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم کو اس سے بہتر خواہش نہیں؟ حضرت جویریہؓ نے عرض کی وہ کیا؟ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ رقم تنہا ادا کر دوں اور تم کو اپنے عقد میں لے آؤں۔ حضرت جویریہ رضامند ہو گئیں۔ چنانچہ آخر میں آپ کا نکاح حضرت جویریہؓ سے ہوا۔

دوسری روایت اس سے زیادہ واضح ہے جو اس طرح بیان کی جاتی ہے۔ اسی روایت کو جمہور اہلِ سیرت نے درست مانا ہے جیسا کہ اوپر آ چکا ہے کہ حضرت جویریہؓ کا باپ حارث اپنے خاندان کا سردار اور عرب کا رئیس تھا جب جویریہؓ گرفتار ہوئیں تو وہ خود حضورؐ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی میری شان کے خلاف ہے۔ آپؐ اسے آزاد کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ جویریہؓ کے مستقبل کا فیصلہ خود اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ حارثؓ نے جا کر حضرت جویریہؓ سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فیصلہ تیری مرضی پر رکھا ہے۔ دیکھنا مجھے رسوا نہ کرنا حضرت جویریہؓ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔

جب ان کی رائے معلوم ہو گئی تو ان کے باپ نے زرِ فدیہ ادا کر دیا جب وہ آزاد ہو گئیں تو حضورؐ نے ان سے عقد فرما لیا۔



### عقد کی مصلحت

اس عقد میں ایک بہت بڑی مصلحت کو دخل تھا چنانچہ جب نکاح ہو گیا تو مسلمانوں نے اسیرانِ جنگ کو اس لیے رہا کر دیا کہ خاندان بنو مصطلق حضرت جویریہؓ کے رشتہ سے حضرت رسول کریمؐ کا سسرال بن چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے یکصد گھرانے آزاد ہوئے جن میں سات سو آدمی تھے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کسی عورت کو جویریہؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا ان کے سبب سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد ہو گئے۔

### حلیہ شریف

حضرت جویریہؓ خوبصورت اور موزوں اندام تھیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہؓ نہایت حسین تھیں۔ چہرے پر ملاحت تھی جو نگاہ پڑ جاتی تھی اٹھتی نہ تھی۔

حضرت جویریہؓ نے نکاح سے تین دن پہلے ایک خواب دیکھا کہ یثرب سے ایک چاند چلا اور ان کی گود میں آ گیا کہتی ہیں کہ جب میں قید ہوئی تو مجھے اس خواب کی تعبیر کی امید بندھی۔ ان کی عمر اس وقت بیس سال کی تھی (اللہ تعالیٰ نے اس خواب کو حرف بحرف حضورؐ سے ان کے نکاح کی صورت میں پورا کر دیا۔)

### اخلاق

حضرت جویریہؓ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صبح سے لیکر دوپہر تک مسجد میں دعا کر رہی ہیں ایک دفعہ جمعہ کے روز حضورؐ ان کے گھر تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ روزہ سے ہیں۔ ارشاد فرمایا اگر کل روزہ نہیں رکھا یا پھر آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں ہے تو آج روزہ افطار کر لو۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محبت تھی ان کے گھر آتے جاتے تھے ایک مرتبہ پوچھا کھانے کو کچھ ہے۔ عرض کیا میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے اور کچھ نہیں فرمایا اسے اٹھا لاؤ۔ کیونکہ صدقہ جس کو دیا تھا اس کو پہنچ چکا۔

### فضل و کمال

حضورؐ نے چند حدیثیں آپ نے روایت کی ہیں ان سے ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، جابرؓ وغیرہ نے سنی ہیں۔

### وفات

حضرت جویریہؓ نے ربیع الاوّل ۵۰ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔ مروان نے نمازِ جنازہ پڑھی اور آپ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

---

**بقیہ : مولانا عبیداللہ سندھیؒ**

مسلمان میدانِ جہاد میں اترتا ہے امن کے لیے، فساد کے لئے نہیں، شہادت کے لیے، اللہ کی رضاجوئی کے لیے، اور کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ ان حالات میں میری آپ کی ذمہ داریاں کچھ کم نہیں، بہت زیادہ ہیں۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑ کر اپنی غلطیوں، کمزوریوں کے ازالے کے لیے دعا اور التجا کیجیے۔ شاہ ولی اللہ کا تذکرہ ابھی میں نے کیا۔ پانی پت کی لڑائی کے دو سال بعد آپ کا وصال ہوا لیکن آپ کے بعد اللہ نے شاہ اسمٰعیل شہید، سید احمد شہید اور شاہ ولی اللہ کے صاحبزادگان شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین کو پیدا کیا انہوں نے قرآن کا فارسی کی بجائے اردو ترجمہ کیا۔ اردو سے پھر آگے علوم کے دریا بہا دیئے۔ علماء دیوبند نے اور مولانا قاری محمد طیبؒ کے بقول یہ کارِ تجدید اللہ تعالیٰ کبھی افراد سے اور اجتماعیت کے طور پر اجتماعی حیثیت سے کرا رہا ہے اور علماء دیوبند کی جماعت جماعت کی حیثیت سے فریضۂ تجدید ادا کر رہی ہے انہی کے ہم بھی وابستگان ہیں۔ انہی سے علمِ دین سیکھنے کا شرف حاصل ہے۔ وہی ہمارے اساتذہ، پیشوا، امام اور مرشد ہیں۔ ان کے واسطے سے علمِ دین علمِ کتاب و سنت اللہ نے نصیب فرمایا اس میں یہ چیز بطور خاص حاصل ہوئی ہے کہ اس دور میں اگر اسلام کمزور پڑ جائے تو مسلمانوں اور اسلام کو بچانے کے لیے اپنی سی جدوجہد کرنی چاہیئے۔

---

**بقیہ : امام ابوحنیفہ رح**

قضا واجب ہونی چاہیے تھی جبکہ میں از روئے شریعت روزے کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں۔

یہ سن کر امام باقر اس قدر خوش ہوئے کہ اُٹھ کر فرطِ محبت سے امام صاحب کی پیشانی چوم لی۔

# ارشادات

## حضرت مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم

محمد مقبول عالم بی اے - لاہور

### اقتصادیات کا لادینی نظام

مروجہ نظام سرمایہ داری کو ہم رد کرتے ہیں لیکن اس کے بجائے کوئی ایسا نظام قبول نہیں کرتے جس میں مذہب کے لیے بالکل گنجائش نہ ہو اور وہ چھوٹی انفرادی ملکیت کی اجازت نہ دیتا ہو (خطبات ص ۲۵۰)

### اشتراکیت کا انتہا پسندانہ پروگرام

اگرچہ ہم اشتراکیت کے انتہا پسندانہ اقتصادی پروگرام کے قابل نہیں ہیں لیکن ہم محنت کش طبقے کے لیے روٹی، کپڑے، تعلیم اور صحت کی اصلاح کو نظر انداز کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں (خطبات ص ۱۹۳)

### امام ولی اللہ کا عادلانہ پروگرام

حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی رح کے اس چوتھے اصول عدالت کو ہم اس وقت تک نہیں سمجھ سکے جب تک ہم نے یورپ میں جاکر سوشلزم کا مطالعہ نہیں کر لیا۔ جن رفقاء نے ہمیں اس مطالعے میں مدد دی وہ عموماً کارل مارکس کے متبع تھے اس کے احترام میں اس قدر مبالغہ کرتے جس سے ہمیں تکلیف ہوتی - اور اس فضیلت کا مدار وہ اس کے اقتصادی نظام کو بتاتے۔

ہم حیران رہ گئے جب اس قسم کے انقلابی پروگرام کے تمام ضروری حصے ہم نے حکیم الہند کی تصانیف میں جو کارل مارکس سے بہت پہلے گذرے ہیں، نہایت بسط سے مدون پائے۔ امام ولی اللہ ۱۷۶۲ء میں فوت ہوئے اور کارل مارکس ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوا (سیاسی تحریک ص ۶۹)

### طبقاتی کشمکش

ہم کسان کے حقوق سے دستبردار ہونے والے نہیں مگر بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں روس سے آئی ہوئی ایک تحریک چل رہی ہے اس تحریک میں کام کرنے والے کام پڑ کسان کو زمیندار سے لڑانا چاہتے ہیں ہم بھی چونکہ روس سے ہو کر آئے ہیں اس لیے ممکن ہے بعض لوگوں کا خیال ہو کہ ہم بھی کسان کو زمیندار سے لڑانے کے داعی ہوں گے۔ ہمارے متعلق یہ سمجھنا ٹھیک نہیں۔ (خطبات ص ۱۴۹)

### قرآن کا عادلانہ اقتصادی نظام

چار اخلاق: طہارت (پاکیزگی)، اخبات (خدا کی بندگی)، سماحت (سیر چشمی) اور عدالت (عدل اور اعتدال) کو حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی رح دنیا و آخرت کی فلاح کا مدار قرار دیتے ہیں۔ ان کا مرکز عدالت ہے۔ کسی سوسائٹی میں عدل پیدا نہیں ہو سکتا جب تک رزق کمانے والی جماعتوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے احتراز کلی نہ کیا جائے۔

نزول قرآن کے زمانہ میں کسریٰ و قیصر نے تمام متمدن دنیا کے اکثر حصے کو اقتصادی پریشانی میں مبتلا کر کے اخلاق سے محروم کر دیا تھا۔ اس لیے قرآن عظیم کا سب سے بڑا مقصد ان کا زور توڑ کر ایسا نظام نافذ کرنا ہے جو اقوام عالم کو اس مصیبت سے نجات دلائے۔ (سیاسی تحریک ص ۶۲)

### یورپ کی چار تحریکیں

یورپ اپنے تغلب سے چار تحریکوں کا تعارف کراتا ہے۔

(۱) لبرل ازم - (۲) انڈسٹری ازم (۳) ملٹری ازم

۴- آخر میں سوشلزم جس میں مذہب کو قطعاً خارج کر دیا گیا ہے

### امام ولی اللہ کا سوشلزم اسلام پر منطبق ہے

ہم نے اپنے مطالعہ میں جو فیصلہ کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لبرل ازم کو ہم امام عبدالعزیز دہلوی رح کی صراط مستقیم جانتے ہیں اور انڈسٹری اور ملٹری ازم یورپ کا قبول کرتے ہیں اور سوشلزم میں ہمارے امام ولی اللہ دہلوی رح ہیں جو فلسفہ اور اکنامکس میں بہت عالی رتبہ ہیں اس لیے امام ولی اللہ کا سوشلزم اسلام پر منطبق ہے



# آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے ......!

جدید پاکستانی معاشرے کا سرسری جائزہ

کیا خوب ارضِ پاک کا ہے دلرُبا سماں
ہمسائے یوں تو میرے مسلمان ہیں سبھی
دیتے گیارھویں ہیں بڑے ذوق و شوق سے
لیکن صلوٰۃ و صوم سے ان کو غرض نہیں
قبروں پہ جا کے عرس مناتے ہیں پیر کا
ہمسائے میرے یوں تو نہایت شریف ہیں
اک مقبرہ سڑک پہ بنا یا انہی نے ہے
گنتے ہیں رات کو وہ کمائی فقیر کی
زردہ کبھی، پلاؤ کبھی، کھیر ہے کبھی
دعوت فلم کی ہوتی ہے ہر خاص و عام کو
بیوی بھی، بچیاں بھی بڑے بھی جوان بھی
لیلیٰ کی زلف، مجنوں کی گنتے ہیں پسلیاں
ہیں سیکھتے ہوس کو محبت کے نام پر
بچوں کو گو پہاڑے نہیں یاد نہ سہی
تعلیم دین کی ہو یا دنیا کے ہوں علوم
ٹی وی ہماری ذات ہے ٹی وی ہی پاٹ ہے
ٹی وی پہ سیکھتے ہیں سبق رقص و رنگ کا
اسلام دکفر میں ہوا میثاق امن کا
ملت - کبھی جو خالد رض و طارق رح کا نام تھی
بابر رح کہاں ہے؟ اب کہاں محمود غزنوی رح؟
مجھ کو یقین ہے بھارتی فوجیں جب آئیں گی
بے پردہ پھر رہی ہیں مسلمان زادیاں
ہپی کے روپ میں ہیں سبھی اپنے نوجوان
پیرِ مغاں ہیں محفلِ دَورِ شراب میں
حاجی بھی ہیں نمازی بھی دیتے بھی ہیں زکوٰۃ
حقے کے ساتھ ساتھ ہے ٹی وی کا سین بھی
ٹی وی میں مبتلا ہوئی جو قوم دوستو!

ٹی وی پہ رقص کرتے ہیں پیر و جواں یہاں
رکھتے گھروں میں اپنے یہ قرآن ہیں سبھی
تعویذ بھی گلے میں لٹکتے ہیں طوق سے
ٹی وی چلے تو لوم سے ان کو غرض نہیں
لا کر گلی میں گھوڑا نچاتے ہیں پیر کا
قبروں کو پوجتے ہیں، خدا کے حریف ہیں
لا کر گلی میں گھوڑا نچایا انہی نے ہے
ہوتی ہے جمعرات دہائی فقیر کی
چمچہ کبھی ہے دیگ میں کفگیر ہے کبھی
موچی کو، دھوبیوں کو لوہار اور حجام کو
موٹے، طویل، پست قد اور پہلوان بھی
پنّوں کا پیار - سسّی کی سنتے ہیں سسکیاں
کرتے ہیں رقص گیت پہ اور دَورِ جام پر
مسجد نہیں سکول بھی آباد نہ سہی
بیکار ہیں اگر نہیں ٹی وی کے گھر ہجوم
ٹی وی نہیں جہاں وہ کوئی کائنات ہے
یہ بھی کوئی زمانہ ہے بھارت سے جنگ کا؟
ملت کا نوجوان ہوا مشتاق امن کا
ہاتھوں میں جن کے تیغ سدا بے نیام تھی
ٹیپو رح نہیں، نہ سیدِ احمد بریلوی رح
ٹی وی کی بیٹیاں سبھی خوشیاں منائیں گی
کہتا ہوں میں کہ یہ تو ہیں شیطاں کی دادیاں
کیا یہ کریں گے پاک وطن کی بلند شان؟
بوڑھے بھی بہہ گئے ہیں اسی سیلِ آب میں
ٹی وی کے گرد جمع ہیں جیسے کوئی برات
اقبال ہی کے ساتھ ہے نام دین بھی
ٹی بی میں مبتلا ہوئی وہ قوم دوستو!

ہر عضوِ بدن سے کا مزاج ہے بگڑا ہوا
کہتے ہیں ڈاکٹر — یہ مرض لاعلاج ہے

حکیم آزاد شیرازی

## انہوں نے اپنی تمام زندگی تحصیل علم میں صرف کردی

# ابوالعالیہ نے

**وہ ایک رات میں پورا قرآن شریف ختم کر لیتے تھے**

## مسلسل محنت کی بدولت ایک ممتاز مقام حاصل کر لیا تھا

مولانا محمد اسحاق بھٹی

ابوالعالیہ ریاحی، بصرہ کے باشندے تھے اور قبیلہ بنو ریاح کی ایک عورت کے غلام تھے اس لئے ریاحی کہلاتے تھے یہ کس طرح غلامی سے آزادی کی منزل میں داخل ہوئے۔ اس بارے میں خود ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:۔

"مجھے قبیلہ بنو ریاح کی ایک عورت نے خرید کر اپنے حلقۂ غلامی میں داخل کر لیا کچھ عرصہ بعد اس کے دل میں رحم کے جذبے نے کروٹ لی اور وہ مجھے آزادی دینے کے لئے تیار ہو گئی اس کے چچا زاد بھائیوں کو میری مالکہ کے اس ارادہ کا علم ہؤا تو انہیں ناگوار گذرا اور کہا کہ اسے ہرگز آزاد نہ کرو اور بدستور غلام بنائے رکھو اگر اسے آزادی حاصل ہو گئی تو یہ بصرہ سے بھاگ جائے گا اور کوفہ میں جا کر ہمارے مخالفوں کے ساتھ راہ و رسم پیدا کر لے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ ہمارے خفیہ رازوں سے باخبر ہو جائیں گے اور کسی وقت ہمیں نقصان پہنچائیں گے۔ لیکن میری مالکہ نے ان کی ایک نہ سنی اور وہ مجھے کوفہ کی جامع مسجد میں لے گئی اور ایک کونے میں لے جا کر کہنے لگی کہ ابوالعالیہ! میں نے بڑی مدت تک تمہیں غلام بنائے رکھا اور تم سے کئی قسم کی خدمات لیتی رہی میں سمجھتی ہوں کہ اس اثناء میں میں نے تم پر بہت زیادتی کی ہے اور میں اس پر سخت نادم ہوں، میں آج سے تمہیں اللہ کے لئے آزاد کرتی ہوں اور اللہ سے دست بدعا ہوں کہ وہ میری لغزشوں کو معاف فرمائے اور مجھے اس نیکی پر اجر عطا کرے تم بھی میرے لئے دعا کرنا کہ وہ مجھے نیکی پر کاربند رکھے۔

آزادی کے بعد یہ علم کی وادی میں داخل ہوئے اور قرأت، تفسیر اور حدیث میں کمال حاصل کیا۔

ابوالعالیہ وہ شخص ہیں جنہوں نے عہد جاہلیت بھی پایا اور عہد اسلام بھی! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں بصرہ میں موجود تھے لیکن آپ کی زیارت کا شرف نہ حاصل کر سکے اور اس زمانے میں قبول اسلام کی نعمت سے متمتع ہونے کی سعادت نصیب نہ ہوئی۔ انہوں نے آنحضرت صلعم کے وصال کے دو سال بعد اسلام قبول کیا اس لئے شرفِ صحابیت سے محروم رہے۔ قبول اسلام کے بعد باقاعدہ اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے قرآن مجید پڑھا۔ قرآنِ مجید سے ان کی وابستگی و انسلاک کا یہ عالم تھا کہ شب بھر میں پورا قرآن پاک ختم کر لیتے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب قید غلامی سے رہائی حاصل نہ ہوئی تھی۔ تمام دن اپنی مالکہ کے مختلف کاموں میں مصروف



رہتے اور رات کو جب دنیوی امور سے فارغ ہو جاتے تو قرآنِ مجید کی تلاوت شروع کر دیتے اور طلوع فجر تک پورا قرآن مجید ختم کر لیتے۔ کچھ عرصہ معمول رہا پھر کچھ تھکاوٹ کا احساس ہونے لگا تو دو راتوں میں ختم قرآن کا سلسلہ شروع ہؤا یہ تسلسل بھی قائم نہ رہ سکا تو اس میں ایک رات کا اضافہ کر لیا۔ اور تین راتوں میں پورا قرآن ختم ہونے لگا۔ اس پر بھی عمل مشکل ہو گیا تو بعض صحابہ کرام رض کے مشورے سے یہ طے پایا کہ سات روز میں ایک قرآن ختم ہونا چاہئے۔ اس کی صورت یہ بنائی جائے کہ یا تو جمعہ سے شروع کر کے جمعہ تک ختم کیا جائے یا جیسا مناسب ہو۔ چنانچہ بعد میں اسی کو معمول بنا لیا گیا۔

قرآن مجید کی باقاعدہ سبقاً سبقاً تعلیم کے ساتھ ہی انہوں نے عربی کتابت کی طرف بھی توجہ مبذول کی اور کتابت میں کمال حاصل کیا۔ ان کا شمار اس دور کے بہترین کاتبوں میں ہوتا ہے۔ اب دل میں علم کا شوق پوری طرح بیدار ہو چکا تھا اور آزادی بھی حاصل ہو گئی تھی اس لئے بصرہ ان کے ہمہ گیر ارادوں کا متحمل نہ ہو سکا۔ اور ان کی ذہنی وسعتوں کے مقابلے میں ان کا دامن سکڑتا ہؤا محسوس ہؤا چنانچہ یہ وہاں سے نکلے اور مدینہ منورہ میں آ رہے تاکہ ان مقدس ہستیوں کی تربیت کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو سکیں، جن کے سینوں پر براہِ راست انوارِ رسالت پڑے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ان کو عظیم الشان صحابہ سے فیضِ صحبت کا شرف حاصل ہؤا۔ مثلاً حضرت عمر بن خطاب رض، حضرت علی رض، حضرت عائشہ صدیقہ رض، حضرت ابو مسعود انصاری، حضرت عبد اللہ بن عباس رض، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابو ایوب انصاری رضوان اللہ علیہم ایسی رفیع الدرجات شخصیتوں سے استفادہ کیا اور ہر معاملے میں درجۂ کمال کو پہنچے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کے استاد تھے لیکن وہ حد درجہ ان کی تکریم کرتے، طبقات ابن سعد میں مرقوم ہے کہ جس زمانے میں عبد اللہ بن عباس کی نظر ان پر پڑی وہ استقبال کے لئے دوڑے۔ ہاتھ سے پکڑ کر اوپر لائے اور نہایت احترام سے مسند پر برابر بٹھایا۔ اس وقت قبیلہ بنو تمیم کا ایک شخص بھی وہاں موجود تھا وہ اس پر معترض ہؤا اور عبد اللہ بن عباس کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے صحابیٔ رسول صلعم! آپ کو معلوم ہے یہ کون ہے جس کی آپ اس قدر عزت کر رہے یہ بنو ریاح کی ایک عورت کا غلام ہے اور غلاموں کو یہ اعزاز بخشنا اور ان کو اتنی اہمیت دینا مناسب نہیں"۔

حضرت عبد اللہ بن عباس نے جواب دیا "میں جانتا ہوں" "یہ غلام ہے، لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بہت بڑا عالم بھی ہے اور علم میں خصوصیت پنہاں ہے کہ وہ شرفاء کے شرف کو بڑھاتا ہے اور غلاموں کو تخت پر بٹھاتا ہے اس کی فطرت ہے کہ وہ حسب نسب کے امتیاز کو ختم کرتا ہے اور انسان کو عظمت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچاتا ہے"۔

ابوالعالیہ فتنہ فساد سے کامل احتراز کرتے تھے اور کسی ایسی مجلس میں نہ جاتے جو ملامت روی اور اعتدال کو گزند پہنچانے کا باعث بنتی ہو۔ اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیجئے جو وہ خود ہی بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

جب حضرت علی رض اور حضرت معاویہ رض کے درمیان جنگ ہو رہی تھی میں اس زمانے میں عالم شباب میں تھا اور لڑنا میرا محبوب مشغلہ تھا۔ میں نے جنگ کے لئے تیاری کی اور میدانِ کارزار میں پہنچ گیا۔ میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی دیکھا تو دونوں طرف صفیں آراستہ ہیں۔ اور جنگ جو ایک دوسرے کو للکار رہے ہیں میں نے غور سے دیکھا تو بہادروں کی صفیں اس قدر لمبی تھیں کہ کہیں کنارا نظر نہیں آتا تھا ایک طرف سے نعرۂ تکبیر بلند ہو رہا ہے تو دوسری جانب سے اللہ اکبر کی صدائیں فضا میں تحلیل ہو رہی تھیں میں کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ دونوں میں سے کس کو کافر قرار دوں اور کس کو مومن سمجھوں۔ پھر میں نے اپنے دل سے سوال کیا "تمہیں یہاں آنے پر کس نے مجبور کیا؟" جواب ملا "کسی نے بھی نہیں!" نتیجہ یہ ہؤا کہ اس وقت وہاں سے پلٹ آیا اور شام سے پہلے اپنی اصل منزل میں داخل ہو گیا"۔

ابوالعالیہ کی ایک عادت یہ تھی کہ بڑا عمدہ لباس زیب تن فرماتے لیکن اس کے باوجود سادگی کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ گھر میں لازماً پاجامہ پہنتے۔ اس کی

وجہ یہ بتاتے کہ یہ باپردہ لباس ہے۔ باہر جاتے تو بہترین قمیض، چادر اور بیش قیمت حلّہ پہنتے۔

ریاکاری اور ظاہر داری سے سخت متنفر تھے جس شخص سے ریاکاری کی بُو آتی اس سے شدید نفرت کا اظہار کرتے ایک مرتبہ ایک شخص اونی کپڑے پہنے ہوئے ان کے پاس آیا فرمایا "تم نے یہ کیا لباس پہن رکھا ہے یہ تو راہبوں کا سا لباس ہے۔ مسلمانوں کی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو عمدہ اور دیدہ زیب کپڑے پہنتے ہیں۔ ان میں تصنع اور ریاکاری کی کوئی بات نہیں ہوتی"۔

دوستوں کے ساتھ بہت بے تکلف تھے۔ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود دوستوں کی مجلس میں کسی نوع کا تکلف نہ کرتے۔ ایک محدث وفقیہہ شعیب بن حجاب بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں تشریف لاتے تو بے تکلفی سے کہتے، مجھے بھوک لگی ہے جو کچھ تمہارے پاس موجود ہے لاؤ۔ بازار سے کوئی چیز لانے کی ضرورت نہیں۔

اہلِ بیت سے بے حد محبت کرتے اور ان کی امداد میں پیش پیش رہتے۔ فوت ہونے لگے تو وصیت کی کہ میرے سارے مال و دولت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ فی سبیل اللہ خرچ کیا جائے۔ ایک فقرائے مسلمین کو دیا جائے اور تیسرا حصہ اہلِ بیت اطہار کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا جائے۔!

کسی پر بدگمانی کا اظہار نہ کرتے ان کا کہنا ہے کہ خادم اور ملازم پر کبھی سوئے ظن کا اظہار نہ کرو۔ بدگمانی انسان کی آبرو کو ختم کر دیتی ہے۔ جو شخص دوسروں کے بارے میں حسنِ ظن رکھے گا اس کی



# کیا چاہتے ہو ——؟

مرسلہ: احسان احمد واصف

- آنا چاہتے ہو تو محتاج کی مدد کو آؤ
- جانا چاہتے ہو تو مقدس مقامات کی زیارت کو جاؤ
- لینا چاہتے ہو تو والدین کی دعائیں لو
- دینا چاہتے ہو تو راہِ خدا میں دو
- اپنانا چاہتے ہو تو شریعت کو اپناؤ
- جھکانا چاہتے ہو تو نفس کو جھکاؤ
- بولنا چاہتے ہو تو شیریں زبان سے بولو
- تولنا چاہتے ہو تو اپنی بات کو تولو
- ہنسنا چاہتے ہو تو اپنی تقدیر پر ہنسو
- رونا چاہتے ہو تو اپنے اعمال پر روؤ
- جینا چاہتے ہو تو حق کے لیے جیو
- مرنا چاہتے ہو تو اہل حق کے ساتھ مرو
- بیٹھنا چاہتے ہو تو نیکوں کی صحبت میں بیٹھو
- لڑنا چاہتے ہو تو راہِ خدا میں لڑو
- پینا چاہتے ہو تو غصّہ کو پی جاؤ
- سونا چاہتے ہو تو قبر کو یاد کرو

| رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | فون نمبر ۶۴۹۸۴ |
|---|---|---|

# قرآن عزیز

چوتھا ایڈیشن

زیر طبع ہے

## ہدیہ :

| قسم اعلیٰ | قسم اوّل | قسم دوم |
|---|---|---|
| ۱۵۰/- روپے | ۱۲۰/- روپے | ۸۵/- روپے |

حضرت لاہوریؒ کے ترجمہ کے شائقین اور تاجر حضرات ۵ ستمبر کے بعد کسی بھی قسم کا آرڈر ارسال فرمائیں۔ تاجر حضرات بذریعہ خط وکتابت اپنے معاملات طے فرما لیں۔

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور